

کچھوے اور مگرمچھ



زئی اور رام وھیٹیکر (مگرمچھ)
اندرنیل داس (کچھوے)







نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

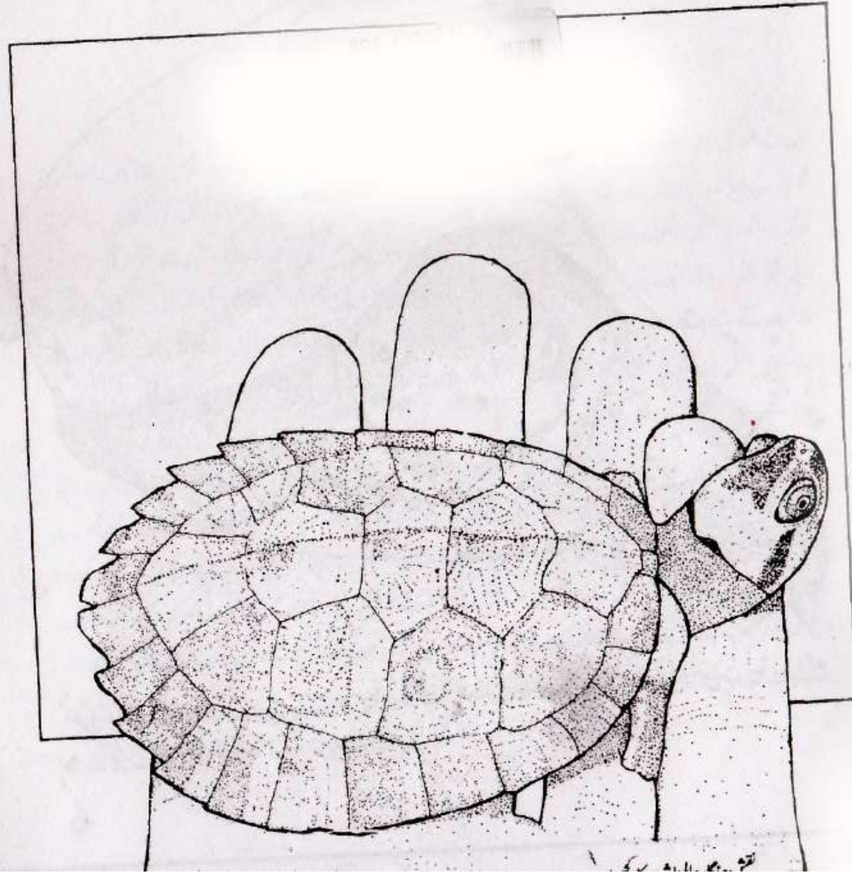
نہرو بال پستکالیہ

کچھوے اور مگرمچھ کی دنیا

اندر نیل داس اور زئی اور رام وھٹیکر

تصویریں: رام وھٹیکر   ڈرائنگس: اندر نیل داس

مترجم: خدیجہ عظیم



ISBN 978-81-237-1774-6

پہلا اُردو ایڈیشن: 1996 (ساکا 1918)

دوسری طباعت: 2012 (ساکا 1934)

تیسری طباعت: 2013 (ساکا 1935)

The World of Turtles and Crocodiles (Urdu)

قیمت: 20.00

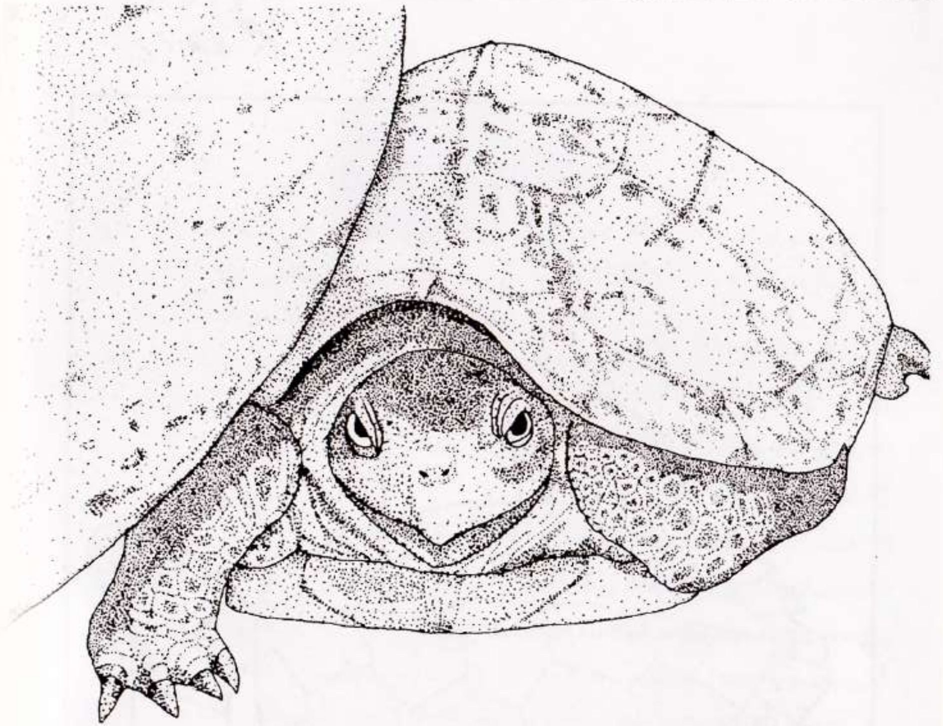
ناشر: ڈائریکٹر، نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

5، نہرو بھون، انسٹی ٹیوشنل ایریا، II،

وسنت کنج، نئی دہلی۔110070

Website : www.nbtindia.gov.in

کچھوے
اور
مگرمچھ کی دنیا



مغربی گھاٹ کے تر جنگلات میں پایا جانے والا تنہائی پسند کین کچھوا(cane turtle) جنگلوں کی گیلی زمین پر رہتا ہے رینگنے والے کیڑے مکوڑے مشروم پھل اور سبزیاں کھاتا ہے۔

بہت انوکھی ہے جانوروں کی دنیا ! ایک سے ایک عجوبہ نظر آتا ہے۔ ہم پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے ، اپنے گائیڈ کے ساتھ کیرالہ کے گھنے ، جنگلوں کی ایک وادی میں آگے بڑھ رہے تھے ۔گائیڈ کا تعلق کادر قبیلہ سے تھا یہ لوگ ، شہد، جنگلی پھلوں ، بیجوں اور جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتے ہیں جھاڑیوں کو ہٹا ہٹا کر غور سے ادھر ادھر راستہ دیکھ کر چل رہا تھا ایک جگہ رک کر ہمیں پکارا اور ایک گھنے اور اونچے درخت کی جڑوں کی طرف اشارہ کیا جہاں درخت کے تنے کے پاس ہمیں کچھوا بیٹھا نظر آیا۔۔۔دنیا کے انوکھے اور کمیاب کچھوؤں میں سے ایک ۔۔۔کچھ اور پانی سے دور جنگل کی خشک زمین پر ؟ جی ہاں ! وہ جنگل کا کین کچھوا تھا۔ یہ نادر جانور صرف ہندوستان کے مغربی گھاٹ کے گنے چنے جنگلوں میں ہی پایا جاتا ہے۔

یوں تو عام طور پر کچھوے (tortoises) زمین پر اور آبی کچھوے (turtles) پانی میں رہتے ہیں ، لیکن بعض کچھوے ایسے بھی ہیں جو ان بندشوں کو نہیں مانتے۔ مثال آپ کے سامنے ہے زیادہ تر آبی کچھوے (ٹرٹل)اپنی زندگی کا بڑا حصہ پانی میں گزارتے ہیں ، بس ذرا سی دھوپ تاپنے کو یا انڈے دینے کے لئے کبھی کبھار باہر آتے ہیں۔ مگرمچھوں کا بھی یہی حال ہے ۔یقین مانو ہم نے تو ایک ہی دریا کے کنارے کچھوؤں اور مگرمچھوں دونوں کو دھوپ کے مزے لوٹتے دیکھا ہے۔ مگر ظاہر ہے یہ آبی کچھوے چوکنا رہتے ہیں ،۔۔ادھر کوئی مگرمچھ حد سے زیادہ قریب آیا ادھر کچھوے نے غڑاپ سے پانی میں ڈبکی لگائی !

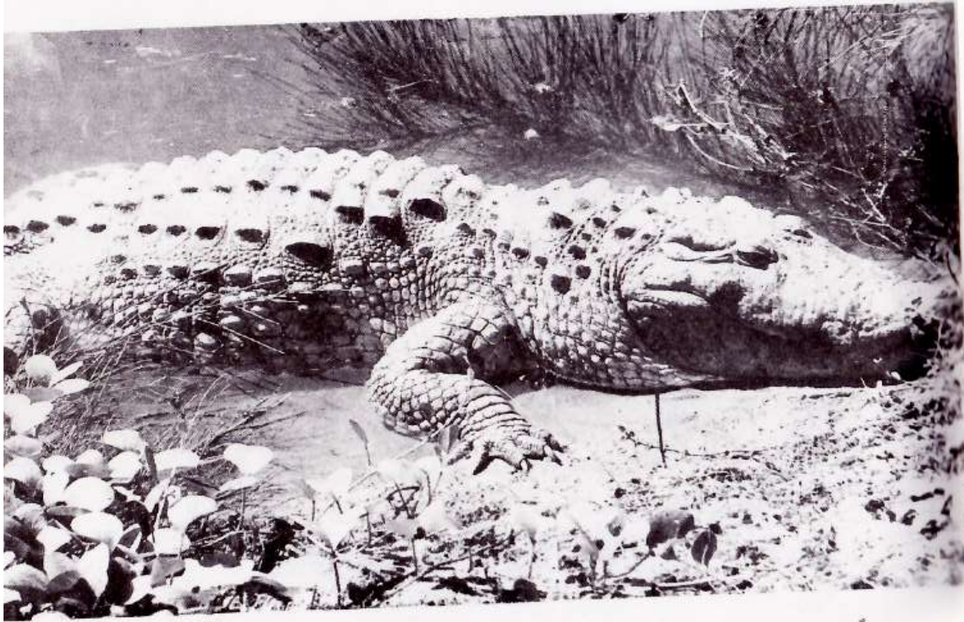
یہ آبی کچھوے (ٹرٹل) اور مگرمچھ کبھی کبھی رات کو بھی باہر نکلتے ہیں۔۔۔ بھئی کیڑوں

مکوڑوں مینڈکوں اور چوہوں کا شکار جو کرنا ہوتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ خشک سالی کی وجہ سے اگر تالاب یا دریا سوکھنے لگے تب بھی پانی کے کچھوے اور مگرمچھ ، مجبوراً اپنا بسیرا چھوڑ کر باہر آجاتے ہیں ،اور نئے بسیروں کی تلاش میں زمین پر لمبے لمبے سفر طے کرتے ہیں ، بعض دفعہ تو کئی کئی کلو میٹر تک کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں ۔ بعض آبی کچھوے اتنے بڑے ہو جاتے ہیں کہ اور تو اور چھوٹے موٹے مگرمچھوں تک کو کھاجاتے ہیں ۔ لیکن مگرمچھ کے بڑے ہونے کی دیر ہے ۔۔ پھر تو کہانی الٹ جاتی ہے ۔ مگرمچھ نے ادھر زرا ست رفتار کچھوا دیکھا ،ادھر لپک کر اسے پکڑا اور چبا گیا ۔ اس کے باوجود دلدلی علاقوں ، تالابوں اور دریاوں کے ان باسیوں کی زندگی سکون سے گزرتی ہے ۔۔۔ نہ کوئی خطرہ نہ ڈر ! بلکہ پانی کے بعض جیالے کچھوے تو دھوپ سیکھنے کے لئے مگرمچھ کی پیٹھ پر یوں آبیٹھتے ہیں جیسے وہ مگرمچھ کی پشت نہ ہو کسی درخت کا تنا ہو ۔!

ہندوستان میں زمین کے کچھوں (ٹورٹوائز) کی بھی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں اور آبی کچھوں (ٹرٹل) کی بھی ان سب کا پیٹ پوجا کا انداز الگ الگ ہے ۔۔۔ کوئی پودے کھا کر گزارا کرتا ہے تو کوئی کیڑے کانٹے ، مچھلی اور مینڈک کا شوقین ہے ۔ اس کے برخلاف مگرمچھ سب کے سب گوشت خور ہوتے ہیں ۔۔ انہیں صرف مچھلی اور گوشت چاہئے ۔ ہندوستان میں تین قسم کے مگرمچھ پائے جاتے ہیں ۔۔۔ اور کچھ عرصہ پہلے تک تینوں ہی عام تھے لیکن اور بہت سے جانوروں کی طرح انسان ، ان کے گوشت اور کھال کی خاطر ، ان کو اندھا دھند مارتا چلا گیا ۔ اور ان کی بستیاں ، اجاڑ کر وہاں پر فصلیں اگالیں ، مکان کھڑے کر لئے ، بند باندھ لئے ! مگرمچھوں میں سے ایک ، یعنی گھڑیال ، صرف مچھلی کھاتا ہے ، مگر (دلدل کا مگرمچھ) اور کھارے پانی میں رہنے والا مگرمچھ ہر اس چیز کو نوالہ بنالیتا ہے جو ہلتی ہو حرکت کرتی ہو ۔۔۔ بس شرط یہ ہے کہ اس کا سائز صحیح ہو ۔ چوہے ، سانپ ، کیڑے ، ہرن ، کچھوے ، مچھلی اور پرندے ۔۔۔ میاں ان کے دستر خوان پر کیا نہیں ہوتا !

نمکین پانی کے مگرمچھ ساحل کے دلدلی علاقوں میں رہتے بستے ہیں ۔ سمندری کچھوں (sea tortoise) اور ان مگرمچھوں کا شمار رینگنے والے ان چند جانوروں (reptiles) میں ہوتا ہے جو کھارے پانی میں جیون بتا لیتے ہیں ۔ ان کے جسموں میں مختلف غدود ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ جسم سے فاضل نمک خارج کر دیتے ہیں ۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ کچھوے اور مگرمچھ دونوں ہی سانپوں اور چھپکلیوں کی طرح رینگنے والے کیڑے (reptiles) ہیں ۔ بہت عجیب و غریب ، بڑے حیران کن ہیں یہ سب ! اور ہمیں تمہیں ان کے بارے میں جانکاری حاصل کرنی چاہئے ۔ رینگنے والے ان کیڑوں (ریپٹائلز) کا نام سنتے ہی برسوں سے انسان منہ بنا کر اف ,افوہ کرنے لگتا ہے لیکن اب



مگر

لوگوں کا رویہ آہستہ آہستہ بدل رہا ہے آج ہمیں اندازہ ہونے لگا ہے کہ رینگنے والے یہ کیڑے (reptiles) ، یہ جانور ہمارے ماحول کی دیکھ بھال اور صفائی میں بہت اہم رول ادا کرتے ہیں ۔ اس لئے ان کے بارے میں جاننا ، علم حاصل کرنا ، ان کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے ۔

آیئے کچھوں اور مگرمچھوں کی اس دنیا کو ذرا قریب سے دیکھا جائے

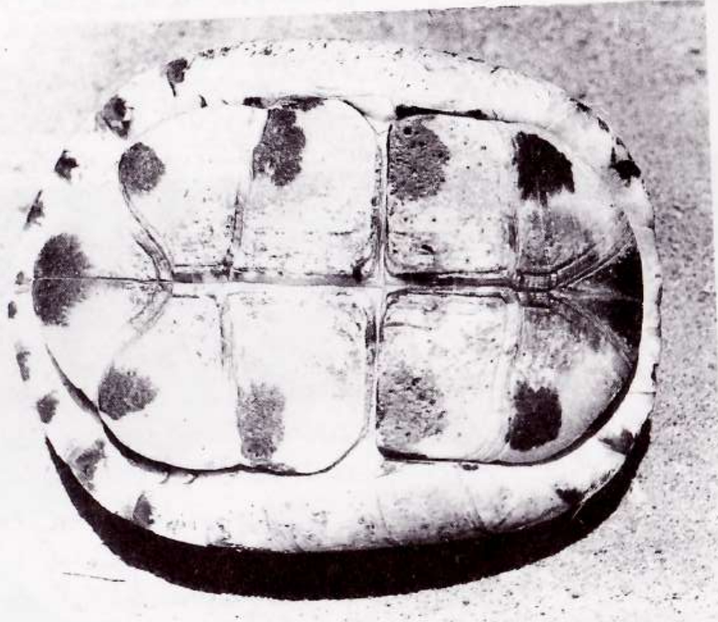
آبی کچھوے
اور
کچھوے

ہم میں سے زیادہ تر لوگ مگر مچھ سے ڈرتے ہیں۔ انہیں ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں ہوتی لیکن کچھوے تو بہت پیارے لگتے ہیں۔۔۔ چھوٹے چھوٹے، جھریوں بھرے منہ، گنبد جیسے بدن اور ڈگمگاتی ہوئی، مضحکہ خیز چال! اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نہ ڈنک نہ زہر۔۔ یوں بھی شاید یہ کبھی ہی کاٹتے ہوں!

کچھوے (tortoise)، آبی کچھوے (turtl es) اور ندی کے کچھوے تیر اپین (terrapins)۔ تین نام، اور ایک سے ایک بے تکے، دماغ کو الجھانے والے! آخر کون سا کون ہے؟ ایک صاحب نے تو اس مسئلہ پر نظم تک لکھ ڈالی تھی:

سارے کچھوے آبی کچھوے
لیکن سارے آبی کچھوے
نہیں ہیں ہر گز عام کچھوے
سب ہی تیر اپین ہیں آبی کچھوے
لیکن سارے آبی کچھوے
تیر اپین نہیں ہیں بھائی۔
بہت سے کچھوے کچھوے ہیں، اور بس

ہاں تو مختصر یہ کہ آبی کچھوا (ٹرٹل) گویا تمام کچھوؤں، آبی کچھوؤں اور تیر اپین کا ایک مشترکہ اور بھلا سا نام ہے۔ اصل نسل کچھوے تو، بہرحال، میٹھے پانی کے تالابوں یا دریاؤں میں رہتے ہیں، اور اس کے خول لوہے جیسے سخت



یہ مضبوط ڈبہ ملایا کے بکس نما کچھوے (box turtle) کا شکم پوش (plastron) ہے جس نے جسم کے نرم حصہ کو پوری طرح ڈھک لیا ہے۔

ہوتے ہیں، یا یہ مقابلتاً ذرا نرم خول والے ہوتے ہیں۔ دنیا بھر میں سب ملا کر، آٹھ قسم کے سمندری کچھوے پائے جاتے ہیں۔ اور وہ صرف انڈے دینے کے لئے پانی سے باہر آتے ہیں۔ شکرے کی چونچ جیسی تھوتھنی والا کچھوا بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ اسے کبھی کبھی کچھوے (tortoise) کے خول والا آبی کچھوا (turtle) بھی کہتے ہیں۔ اوہو، سر چکرا

گیا، دوست! اور صاحب آسٹریلیا کا تھالی نما کچھوا دراصل میٹھے پانی کا کچھوا ہے۔ بہر حال، یہ اتنے بہت سارے نام یاد رکھنے کی کوشش کی تو میاں ہم تو چکرا جائیں گے بہتر یہ ہے کہ اتنی سی بنیادی بات یاد رکھیں کہ پانی کے باسیوں کو عام طور پر آبی کچھوے (ٹرٹل) اور زمین کے باسیوں کو صرف کچھوا (tortoise) کہا جاتا ہے۔

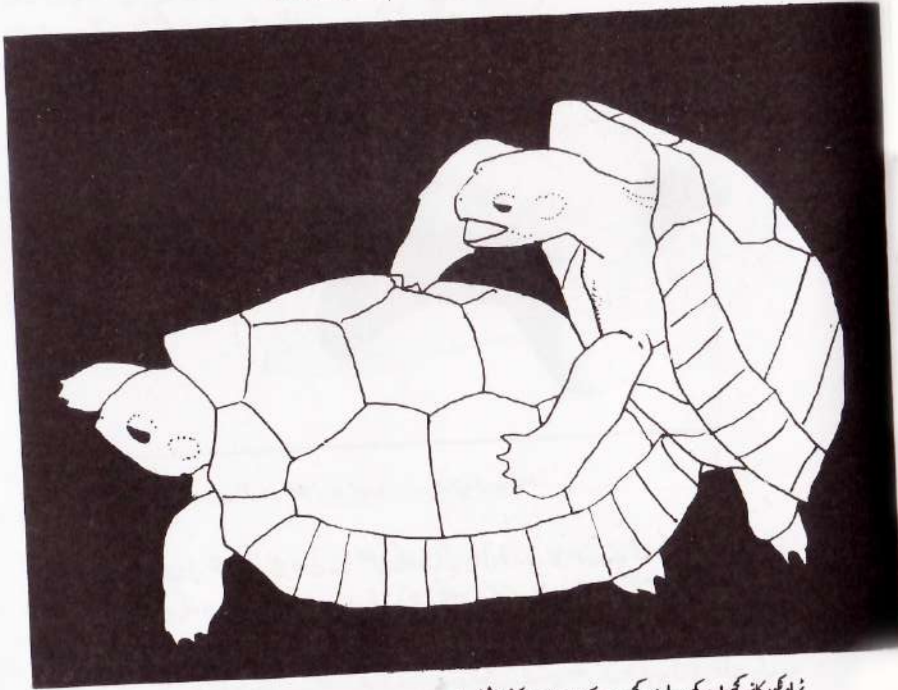
پانی کے بعض کچھوے نہایت بدرنگ بادامی ہوتے ہیں اور چٹان جیسے لگتے ہیں، لیکن بعض کے خول بہت خوش رنگ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ بہر حال آبی کچھوے کا خول جیسا زبردست آہنی، زرہ بکتر کسی اور جانور کو نصیب نہیں ہے۔ شمالی امریکہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے بکس نما کچھوے تو اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ ان کی پیٹھ پر خود ان کے وزن سے دو سو گنا زیادہ وزن بھی رکھ دو تو سہار لیں گے! جن بستیوں اور ٹھکانوں میں شیر، چیتے اور مگرمچھوں جیسے خونخوار جانوروں کا بسیرا ہو وہاں ان مظلوم کچھوں کے یہ فولادی، خول ان کے لئے ڈھال بن جاتے ہیں۔

زیادہ تر کچھوے آواز سے تقریباً محروم ہوتے ہیں۔۔۔۔ مہینوں کوئی آواز نہیں نکالتے۔۔۔ لیکن مادہ سے ہم صحبتی دنوں میں بعض کچھوے، بہر حال، شور مچاتے ہیں۔۔۔ یہ شاید اس طرح مادہ کو ڈرا کر اپنی من مانی کرنے کی ان کی ترکیب ہے! ہم نے تو تارہ کچھوے (star tortoise) کو غراتے، ٹرانکوری کچھوے کو گہرے گہرے سانس لیتے، جنوبی امریکہ کے لال پنجوں والے کچھوں کو کٹکٹاتے اور گلا نگوز کے دیوہیکل کچھوے کو گرجتے سنا ہے، جنوب مشرقی ایشیا میں پایا جانے والا دیوہیکل ایشیائی کچھوا تو، سنا ہے، غصے میں چنگھاڑتا ہے۔۔۔ اور ہند چین کا بڑے سر والا کچھوا تو غصہ ہونے پر زور سے غراتا ہے۔ ماہرین حیوانیات کا تو کہنا ہے کہ ان جانوروں کی مادہ انڈے دیتے ہوئے کئی قسم کی آوازیں نکالتی ہے کوئی مادہ کچھوا غر غراہٹ کی آواز نکالتی ہے، کوئی سیٹی سی بجاتی ہے اور ٹرانکوری کچھوے تو برسات کی راتوں میں ایسا شور مچاتے ہیں، مانو گویوں کی منڈلی بیٹھی ہو۔

کچھوں کے وجود اور بقا کی تاریخ کافی پرانی ہے ان کے وجود کے منجمد آثار تو ایسی ایسی چٹانوں سے ملے ہیں جو سو دو سو نہیں، بیس کروڑ سال سے بھی زیادہ پرانی چٹانیں ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب جناتی سائز کے رینگنے والے مہیب جانور یعنی ڈائناسور کے وجود کی شروعات ہو رہی تھی۔ آج کی دنیا میں پائے جانے والے کچھوے ان ابتدائی کچھوں سے بہت مختلف بھی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھوا، کامیاب، جانوروں میں سے ایک ہے۔ اب خود ہی دیکھ لو، دنیا میں ہونے والی نہایت غیر معمولی اور ڈرامائی تبدیلیوں کو وہ سہار لے گئے، ان کے عادی بن گئے۔ اور تبدیلیاں بھی کیسی۔۔۔ نہ موسم پہلے کا سا رہا، نہ نباتات۔۔۔۔ سب کچھ بدل گیا۔ یہاں تک کے دودھ پلانے والے جانوروں کا دور آگیا، اور وہ اسے بھی جھیل گئے۔

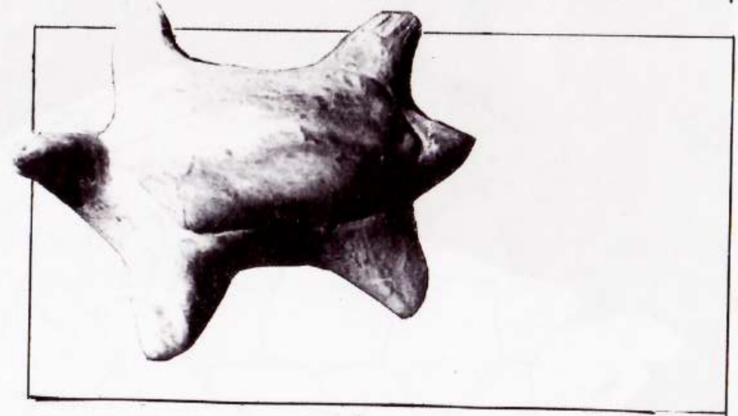
ہندوستان میں پائے جانے والے سب ہی کچھوے اپنی لمبی گردن کو انگریزی حرف .S, کی شکل میں موڑ کر

سر کو خول میں چھپا سکتے ہیں۔ جنوبی امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ کے کچھوے یک رخی گردنوں والے ہوتے ہیں۔ ان کی گردنیں بھی خوب لمبی ہوتی ہیں، مگر وہ انہیں خول کے اندر نہیں چھپا سکتے، بلکہ ایک رخ میں موڑ سکتے ہیں، جب ہی تو شکاریوں کی نظر سے بچنے میں اس حد تک کامیاب نہیں رہتے۔ کچھوں کی یہ قسم ما قبل تاریخی دور میں بلکہ اس سے بھی پہلے ہمارے ملک میں بھی پائی جاتی تھی۔ قدیم ہندوستان میں پائی جانے والی ایک اور قسم تھی سوالک کچھوے۔ معلوم ہوا ہے، اس عظیم الشان، دیو جیسے جانور کا خول تقریباً دو میٹر لمبا ہوتا تھا۔ اس کا اوپری کھپرا تو اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اچھا لمبا تڑنگا آدمی اس میں بیٹھ کر نہا لے۔ یقین مانو دو آدمی اس میں آرام سے سو سکتے تھے۔



ٹراونکور کا نر کچھوا منہ کھولے مادہ کچھوے کے اوپر چڑھنے کی کوشش میں ہے۔

اپنے قریبی رشتہ داروں، یعنی سانپ اور چھپکلیوں کی طرح کچھوے بھی ٹھنڈے خون والے جانور ہیں۔ ہم اور آپ اپنے جسم کو گرم رکھنے کے لئے کتنے جتن کرتے ہیں، مگر ان رینگنے والوں کیڑوں کی ترکیب ہی الگ ہے وہ تو حرارت اور گرمی حاصل کرتے ہیں اپنے ماحول سے۔ دھوپ سینک کر، یا پانی میں ڈبکی لگا کر جسم کی سردی یا گرمی مٹا لیتے ہیں۔ اسی لئے تو دھوپ سینکنا ان کے لئے بہت ضروری ہے۔ کبھی کبھی تو آپ دیکھیں گے کہ کچھوے کا سر، گردن اور ٹانگیں خول سے بالکل باہر ہے، اور وہ آرام سے دھوپ سینک رہا ہے۔ دھوپ سینکنے کا بنیادی مقصد تو جسم کی حرارت کو بڑھانا ہی ہے۔ لیکن ماہرین حیوانیات کا خیال ہے کہ شاید اس سے انہیں کچھ اور فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ شاید ہاضمے میں مدد ملتی ہو پشو مکھی اور جونک جیسے طفیلیوں سے نجات مل جاتی ہو۔

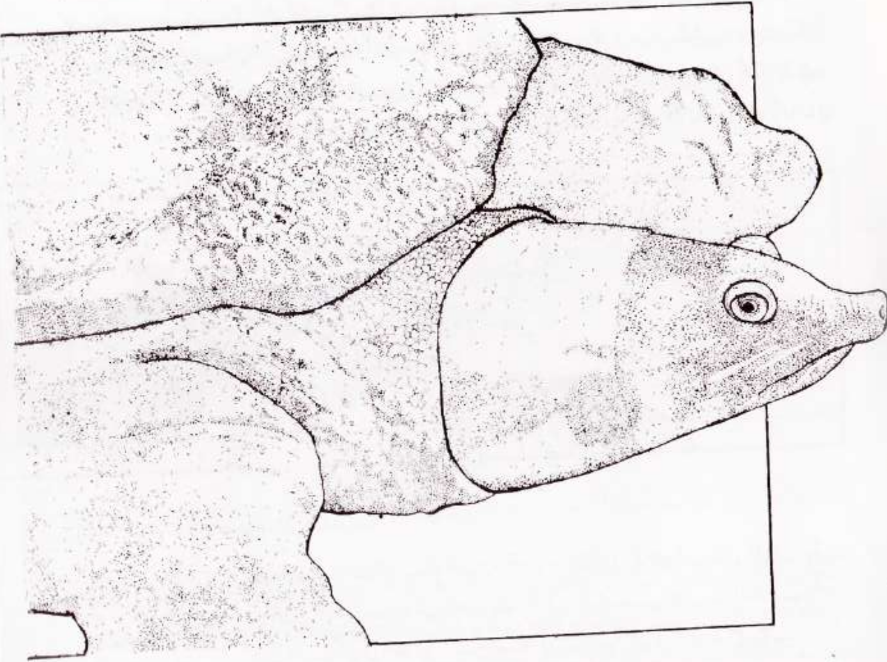


چری پشت (leather back) کچھوے کی شکل کا یہ کھلونا کم سے کم چار ہزار سال پہلے ہڑپا میں بنایا گیا تھا۔

آبی کچھووں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے بعض کچھووں کی بینائی تو ایسی تیز ہوتی ہے کہ رنگوں کی تمیز کر لیتے ہیں۔ جن علاقوں میں کچھووں کا شکار عام ہے، وہاں آپ اکثر دیکھیں گے کہ انسانی قدموں کی چاپ قریب آتے ہی کچھوے تیزی سے سر کے بل پانی میں ڈبکی لگا کر نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ بینائی تیز ہونے کی وجہ سے کھانے پینے کے سامان کی تلاش بھی آسان ہو جاتی ہے۔ بھوری اور زرد پتیوں اور گھاس کے پس منظر میں ہری ہری سی کوئی رسیلی پتی دمکتے ہوئے لال رنگ کا کوئی مزے دار پھل ڈھونڈ نکالنا کوئی ہنسی کھیل تو ہے نہیں! اور کچھووں کو تو یہ سب تلاش کرنا ہی

پڑتا ہے۔ آبی کچھووں (ٹرٹل) اور عام کچھووں (ٹورٹوئز) کی سننے کی صلاحیت بھی خاصی اچھی ہوتی ہے۔

اگر بات بڑھ کر مار دیا بھاگو کی نوبت آجائے تو کچھوے، دم دبا کر بھاگنے کا اور خود کو اپنے خول میں سمٹ کر دم

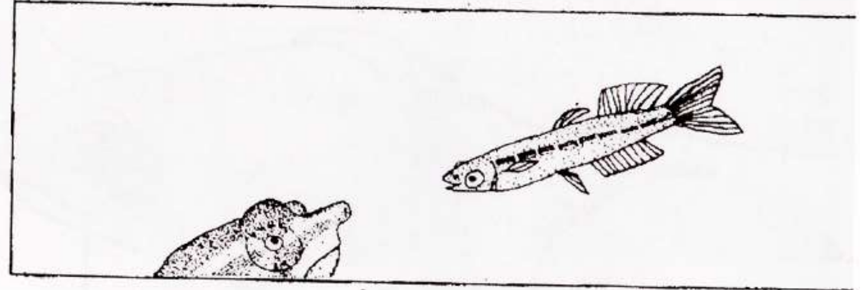


جنوبی ہندوستان میں پایا جانیوالا لیتھ کا نرم کھال والا آبی کچھوا۔ یہ کچھوا بہت بڑا اور بے حد تیز مزاج ہوتا ہے۔ اس کے شانوں پر مسوں جیسے سخت دانوں کا چھاد یکھ کر ہی اسے پہچانا جا سکتا ہے۔

سادھ لینے کا راستہ ہی اپناتے ہیں! لیکن کچھوے ایسے بھی ہیں جو آسانی سے میدان نہیں چھوڑتے۔ نرم خول والے کچھوے تو ایک نمبر کے جاں باز سپاہی ہوتے ہیں۔ شاید اس طرح اپنے جسم کی نرمی کی کسر نکالتے ہیں! جانتے ہو، ہم تو یہ دیکھ کر بہت ڈر گئے کہ یہ تو کاٹتے بھی ہیں، پنجے بھی مارتے ہیں،۔۔۔ اور کبھی کبھی تو سر سے بھی وار کرتے ہیں۔ نرم خول

اور تنگ سر والے کچھوے تو، سنا ہے، بعض دفعہ چھوٹی موٹی کشتیوں پر حملہ کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں ڈبو بھی دیتے ہیں اور جب یہ جانور پکڑا جاتا ہے، تو کاٹتا نہیں، بلکہ اپنے عجیب و غریب شکل کے سر سے حملہ کرتا ہے۔ کبھی کبھی تو جناتی سائز کے بڑے بڑے دریائی کچھوے تیراکوں کو کاٹ بھی لیتے ہیں۔ اور گنگا کے اور دوسرے کنارے کے شمشان گھاٹوں میں تو کچھوے مردے تک کھا لیتے ہیں۔ اس طرح یہ دریاؤں کو گندگی سے بچا کر صاف رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ بھارت سرکار تو اب کچھوؤں کی افزائش نسل پر خاص زور دے رہی ہے، تاکہ بڑی تعداد میں کچھوا پالن کر کے انہیں دریاؤں میں چھوڑا جا سکے۔

بہر حال عام طور پر تو انسان ہی کچھوؤں کو نوالہ بناتا رہا ہے قبل تاریخ کی کئی پرانی بستیوں میں ہمیں کچھوؤں کی



تنگ سر اور نرم خول والا کچھوا۔ اچانک حملہ کرتے ہوئے۔

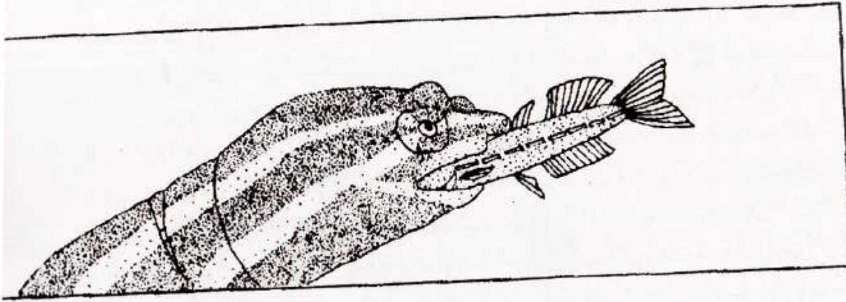
ہڈیاں وغیرہ ملی ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان بھر کے قبائلوں کی بستیوں اور ٹھکانوں کے پچھواڑے میں بھی ان کی ہڈیاں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ آگے چل کر ہم آج کے دور میں کچھوؤں کے استعمال کے بارے میں بتائیں گے انسان کے ہاتھوں کچھوؤں کے اس مسلسل شکار کی وجہ سے ان کی بہت سی قسمیں کمیاب ہو گئی ہیں، بلکہ بعض تو ختم ہی ہو گئیں ہیں۔

آبی کچھوؤں کی عادتیں

زیادہ تر آبی کچھوے کھانے کے معاملے میں کبھی کوئی ہنگامہ نہیں کرتے۔، مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے، مچھلیاں اور آبی جھاڑیاں کھا کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ البتہ بعض تنگ مزاج ہوتے ہیں ۔اور صرف گنی چنی اشیا کھاتے ہیں۔ ہندوستان اور اس کے گرد نواح کے بعض ملکوں کے بڑے بڑے دریاؤں میں رہنے والا تنگ سر اور نرم خول والا آبی کچھوا (ٹرٹل) صرف زندہ مچھلی کھاتا ہے۔ وہ انہیں پکڑنے کے لئے دریا کی تہ کی مٹی میں دبک جاتا ہے، بس اس کے تنگ سر کا

زرا سا سرا کیچڑ مٹی سے باہر رہتا ہے۔ مچھلیاں قریب سے گزرتی رہتی ہیں، اور بعض چمکتی ہوئی دو آنکھیں دیکھ کر، تجسس کے مارے، ان کا پتہ نشان معلوم کرنے قریب آجاتی ہیں، بس ان کے قریب آتے ہی پانی کا یہ کچھوا اپنی لمبی گردن بڑھا کر انہیں دبوچ لیتا ہے!

چرمی پشت والے (leather back) سمندری کچھوے کی پسندیدہ غذا خطرناک جیلی فش ہے۔ اس کا اوپر والا جبڑا انگریزی حرف W جیسا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے یہ نرم نرم مچھلی کاٹنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ شکرے کی چونچ جیسی شکل کا سمندری کچھوا اسپنج کا شوقین ہوتا ہے، اور پورے پورے اسپنج نگل جاتا ہے، یہاں تک کہ ان کی کرکی



لمبی گردن بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر اور خطرے سے بے خبر شکار کو پلک جھپکتے میں دبوچ لیا۔

ہڈی بھی چبا ڈالتا ہے، جو دراصل گلاس کی ہوتی ہے۔ اسے قدرت نے شکرے کی چونچ جیسا تنگ سر اسلئے عطا کیا ہے کہ اس کی مدد سے وہ اسپنج کو بھی کاٹ سکتا ہے ، اور مونگے کی چٹانوں پر بسیرا کرنے والے مختلف قسم کے گھونگھوں اور دوسرے کیڑوں مکوڑوں کی تاک لگانا بھی اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ شکاری جانوروں کا نوالہ بننے والے زیادہ تر اسپنج زہریلے ہوتے ہیں، اور انہیں کھا کر اکثر جانوروں کی جان چلی جاتی ہے، مگر شکرے کی چونچ جیسے سر والے ہمارے اس شکاری ٹرٹل کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا! لیکن اگر انسان اس آبی کچھوے کو کھالے تو شاید مر جائے۔ وہ کیسے ؟ کیونکہ اسپنج کا زہر کچھوے کے جسم میں محفوظ رہتا ہے۔۔۔۔ مگر کچھ اس طرح کہ خود کچھوے کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا۔

آیئے اب زرا میٹھے پانی کے کچھوؤں کو دیکھیں۔ ہاں تو نرم خول والے بڑے بڑے کچھوے تو پودے بھی

کھاتے ہیں، جانور بھی۔ یہ کچھوابلا کا مضبوط اور طاقتور جانور ہے۔۔۔ یہ پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی مرغابیوں اور بطخوں تک کو پانی کے اندر کھینچ لیتا ہے۔ اور تو اور یہ آبی کچھوا تو مگرمچھوں کے چھوٹے بچوں تک کو شکار کرلیتا ہے۔ ہم نے ایک دفعہ عجیب تماشہ دیکھا۔ نرم خول والے ایک چھوٹے سے ہندوستانی ٹرٹل نے یہ بڑے موٹے تازے، ہرے مینڈک کی ٹانگ پکڑ کر اسے پانی میں کھینچ لیا، جو سائز میں اس کچھوے سے بڑا تھا پھر وہ اپنے اس موٹے تازے شکار سے بہت دیر ہاتھا پائی کرتا رہا۔ لیکن اب اسے تازہ ہوا میں سانس لینے کے لئے پانی کی سطح کے اوپر آنا پڑا تو اس کا شکار ہاتھ سے نکل گیا، جو اپنے بچاؤ میں اس وقت تک زور و شور سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مرے ہوئے جانوروں تک پہنچنا بھی آسان ہے، اور لمبے ہاتھ مارنے کا امکان بھی زیادہ ہے۔ اس لئے نرم خول والے آبی کچھوے اکثر مردہ جانوروں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست نے ایک دفعہ شیر کی ایک تصویر حاصل کرنے کی امید میں، اپنا کیمرہ آن کر کے ایک مردہ بھینسے کے قریب فٹ کر دیا۔ لیکن تصویر تیار ہوئی تو دیکھا کہ نرم خول والے بڑے بڑے آبی کچھوے مردہ بھینسے کو کھینچے لیئے جا رہے تھے۔

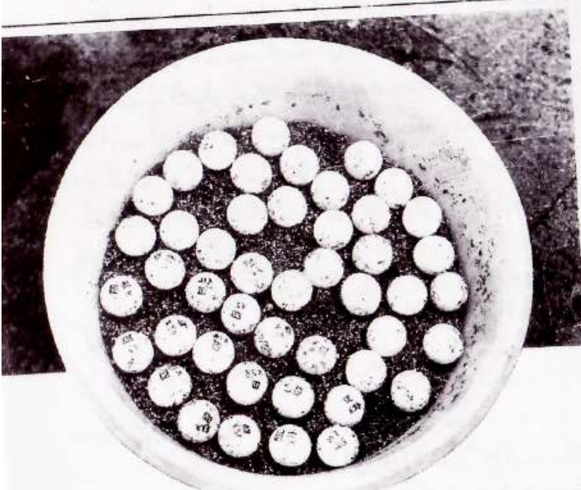
زیادہ تر آبی کچھوے بچپن میں گوشت خور ہوتے ہیں۔ کبھی کسی چھوٹے موٹے جانور پر زور چل گیا تو اسے کھالیا، کبھی کوئی مردہ جانور مل گیا تو اس پر گزارا کرلیا۔ بھئی اس غذا میں پروٹین خوب ہوتی ہے، اور کچھوے تیزی سے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ایک خاص حد تک بڑھنے کے بعد وہ سو فیصدی سبزی خور ہو جاتے ہیں۔ مجال ہے نباتی غذا کے علاوہ کچھ کھالیں۔ بس آبی جھاڑیوں پر گزر بسر کرتے ہیں۔ یوں اچانک غذا بدل دینے والے کچھوؤں کی بہترین مثال تو سمندر کے ہرے کچھوے (sea tortoise) اور ہندوستان کے تنٹ ٹرٹل ہیں۔ بعض کچھوؤں میں تو خود اپنی ہی جنس کو کھانے کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔ بچارے کچھوؤں کے بچوں کے سروں پر ہر وقت، خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔ کچھوا پالن کے دوران ہم نے دیکھا کہ تن و مند کچھوے اکثر دوسرے کچھوؤں کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ اسی لئے ہمیں چھوٹے اور کمزور کچھوؤں کے لئے پوشیدہ ٹھکانوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے، یا انہیں ان دھونسیا کچھوؤں سے الگ رکھنا پڑتا ہے۔

کچھوا پالن

آبی کچھوے اور عام کچھوے انڈے دیتے ہیں۔ یہ انڈے بیضوی بھی ہو سکتے ہیں اور گول بھی۔ مادہ یہ انڈے زمین کے کسی گڑھے، کسی سوراخ میں دیتی ہے۔ انڈوں کے بچے کتنے دن میں نکلتے ہیں۔۔۔ اس میں کافی کمی بیشی ہو سکتی ہے، جس کا دارومدار باہری حرارت اور گرمی پر اور دوسری کئی باتوں پر ہوتا ہے۔ اسلئے انڈے سے بچے نکلنے کے عمل میں چند ہفتے بھی لگ سکتے ہیں اور کئی کئی مہینے بھی کچھوے کی کئی قسموں کے بچے برسات میں نکلتے ہیں۔ اور اس کی بہت معقول وجہ ہے۔ بھئی برسات کے موسم میں ایسے بہت سے نت نئے پودے نکلتے ہیں، نت نئی قسم کے کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں، جنھیں وہ کھا سکتے ہیں۔ اور پھر پانی بھی بہت ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس موسم میں ننھے کچھوؤں کو کسی چیز کی

کمی نہیں ہوتی۔ بعض علاقوں میں قبائیلیوں کا تو کہنا ہے کہ گرج برس کی آواز سن کر انڈوں میں بند ننھے کچھوؤں کو جیسے خبر مل جاتی ہے کہ 'لو میاں اب باہر سب کشل منگل ہے، اب تم آسکتے ہو!، اور حالات دیکھتے ہوئے، تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان قبائیلیوں کا خیال ٹھیک ہی ہے۔

مختلف قسم کے کچھوؤں کے انڈوں کی تعداد اور حجم بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ بعض قسم کے کچھوؤں کی مادہ تو صرف ایک بڑا سا انڈا دیتی ہے۔ دوسری طرف سمندری کچھوے ان دونوں کے بیچ میں کہیں آتے ہیں۔ جنوب مشرقی ایشا کے میٹھے پانی کے کچھوے ان دونوں کے بیچ میں کہیں آتے ہیں۔ جنوب مشرقی ایشیا کے سرسبز جنگلوں کے دیو ہیکل کچھوؤں کی مادہ ایک بار میں پچاس انڈے تک دے سکتی ہے۔ صاحب اس کچھوے کی ہر ادا نرالی ہے۔ اس کا وزن معلوم ہے؟ تیس کلوگرام!! اور یہ رہتا ہے گھنے جنگلوں میں اس کی مادہ انڈے دیتی ہے جنگل میں گری ہوئی پتیوں کے کسی ڈھیر میں



نرم خول والے آبی کچھوے کے انڈے تقریباً گول ہوتے ہیں۔ کچھوں کی زیادہ تر قسموں کی خصوصیت ہے کہ انڈوں میں سے نکلنے والے کچھوؤں کی جنس کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ انڈے کس درجہ حرارت میں رکھے رہے تھے۔

گھس کر، اور کئی دن تک ظالم شکاریوں سے اس ڈھیر کی حفاظت کرتی ہے۔۔۔ بس کیا کہیں، اس کچھوے کی تو تقریباً سب ہی خصوصیات عام کچھوؤں سے مختلف ہیں۔ ان کچھوؤں کے جنگل ٹھکانوں کے قریب رہنے والے قبائلی بتاتے تھے کہ یہ کچھوا شیر کی طرح دھاڑ بھی سکتا ہے!

کچھوی کے انڈے دینے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ مدت سے اس موسم کے انتظار میں بے تاب شکاریوں کے رحم

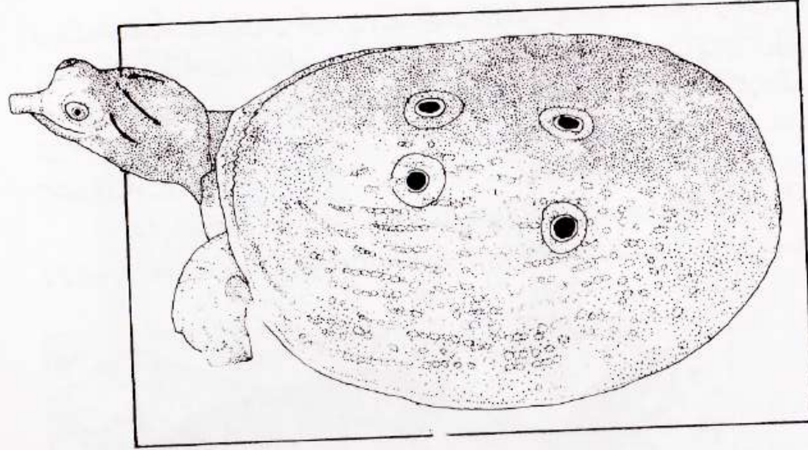
وکرم پر آجاتے ہیں۔ لیکن دوست، یقین مانوایک واقعہ تو ہم نے ایسا دیکھا ہے کہ دنگ رہ گئے۔ آبی کچھوے کے ایک انڈے نے اپنے شکاری کو بدھو بنادیا۔ ہوا یہ کہ ایک سانپ اس انڈے کو ثابت کا ثابت نگل گیا۔ لیکن صاحب وہ ہضم ہوئے بغیر جوں کا توں سانپ کے جسم سے خارج ہوگیا۔ اور پھر کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس انڈے میں سے کچھ دن بعد ایک جیتا جاگتا ننھا کچھوا پیدا ہوا۔۔ کہ دنیا کو اپنی بپتا سنا سکے!!

دشمن :

آبی کچھوؤں اور عام کچھوؤں کے اتنے مضبوط خول کے باوجود، ان کے دشمن کبھی کبھی ان پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ اور ان دشمنوں میں انسان بھی شامل ہے! کچھوؤں کو کھانے والے جانوروں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ اس میں شیر، لکڑ بھگے، ماہی خور پیلیکن، اود بلاؤ، مگر مچھ مونیٹر لیزارڈ، جنگلی سور، کیکڑے، ماہ سیر مچھلی، یہاں تک کہ بارہ سنگھے کی طرح ہی نیل گائے بھی شامل ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو کچھوؤں کے دامن میں یعنی کہ ان کے خول میں کچھ راز ضرور چھپا ہوا ہے۔ ہندوستان کے میٹھے پانی کے کچھوؤں میں سب سے زیادہ عام ہے چپٹے پنکھ نما خول والا کچھوا(flatshell turtle)۔ ادھر حملہ آور قریب آیا، ادھر اس کچھوے نے اس حملہ آور پر زرد رنگ کی انتہائی بدبودار پتلی پتلی رطوبت کا چھڑکاؤ سا کیا۔ ایک دفعہ پکڑ میں آجائیں، اور ان کی جانچ پڑتال شروع ہو جائے تو سب ہی کچھوے نہایت بے شرمی سے گندگی خارج کرنے لگتے ہیں۔ نرم خول والے کچھوؤں کے بچوں کے اوپری خول میں چار سے چھ تک گول گول سے نشان ہوتے ہیں، جیسے یہ بڑی بڑی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں۔ قدرت نے انہیں یہ تحفہ شاید اس لئے دیا ہے کہ دشمن ان آنکھوں، سے ڈر کر بھاگ کھڑا ہو۔ بچو، تم نے ایسے آنکھوں کی شکل کے نشان تتلیوں اور پروانوں، کیٹر پلر (تتلی کا پہلا روپ) مچھلیوں اور چھپکلیوں کے بدن پر بھی دیکھے ہوں گے۔ بڑے سائز کے کچھوے اپنے دشمنوں کا مقابلہ زیادہ ڈٹ کر کر سکتے ہیں اور نرم خول والے سب ہی کچھوے بہت تیز رفتار تیراک ہوتے ہیں۔

وہ رہتے کہاں ہیں

قدرت نے بھی کیسی لاجواب تقسیم کی ہے، کیسی کارگزاری دکھائی ہے!! کچھوؤں اور آبی کچھوؤں کی ہر قسم اپنے ٹھکانے، اپنے بسیرے کے لئے دوسرے کچھوؤں سے مختلف جگہ ڈھونڈی ہے، تاکہ مقابلہ اور کھینچا تانی بھی نہ کرنی پڑے اور سب کے لئے خوراک، جگہ وغیرہ، سب کچھ آرام سے مہیا بھی ہو جائے! ٹرانکوری کچھوے جنگلوں کی پتیوں سے ڈھکی ہوئی، سیلی زمین کے رسیا ہیں، اسٹار ٹورٹوائز جھاڑ جھنکار سے ڈھکی ہوئی دھرتی پر رہنا پسند کرتا ہے جہاں دن کے وقت درجہ حرارت 45 ڈگری سینٹی گریڈ سے بھی زیادہ پہنچ جاتا ہو۔ بنگلہ دیش کا لمبوترا کچھوا، پیڑ کا کچھوا کہلاتا ہے یہ بھی جنگلوں کا باسی ہے۔ وہاں کے مقامی لوگوں کا تو کہنا ہے کہ یہ درختوں پر بھی چڑھ جاتے ہیں۔ کئی قسم کے



گنگا میں رہنے والے نرم خول کے آبی کچھوے کے خول پر ابھرے ہوئے آنکھوں جیسے نشان دشمن کو ڈرا دیتے ہیں۔

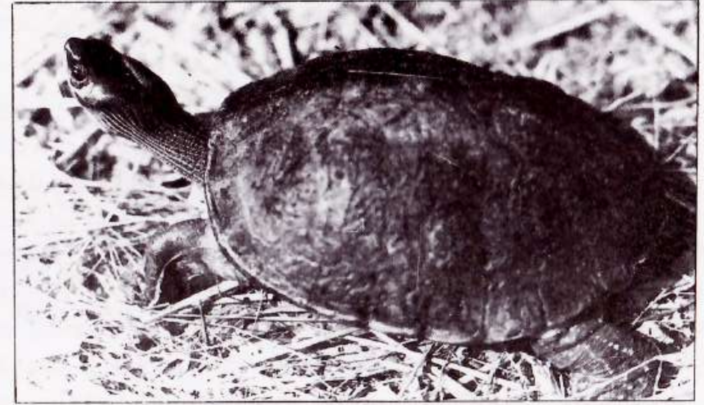
کچھوؤں نے، پانی کو خیر باد کہہ کر، زمین پر ہی جیون بتانا شروع کر دیا ہے۔ ہندوستان کے ایسے کچھوؤں میں شاید سب سے زیادہ عام اور مقبول کچھوا ہے کین کچھوا(cone tortoise)۔ اس کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ خیال یہ تھا کہ کچھوے کی یہ قسم دنیا سے ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اس صدی کی نویں دہائی میں ماہر حیوانیات، جے، وجے نے کیرل کے جنگلوں میں اسے ڈھونڈ نکالا۔ یہ ہندوستان کا سب سے چھوٹا کچھوا ہے۔ اس نسل کا بھرپور جوان کچھوا بھی آرام سے آپ کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اپنے بدرنگ بھورے خول پر ابھری ہوئی تین دھاریوں کی وجہ سے یہ جنگل کی زمین پر بچھی ہوئی سوکھی پتیوں میں نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے، اور وہاں چھپ کر آرام سے گھونگھوں، بیر بہوٹیوں، پتنگوں اور کنکھجوروں کو نوالہ بناتا رہتا ہے۔ کادار نام کے قبائلی شکاری کتوں کی مدد سے اس بید کچھوے(can tortoise) کا شکار کر کے اس کا گوشت کھاتے ہیں۔

بعض دفعہ ایک ہی نسل کے کچھوؤں کے نر اور مادہ کے رنگ اور ڈھانچے میں فرق ہوتا ہے۔ عام طور پر نر کچھوے زیادہ خوش رنگ ہوتے ہیں۔ نقش و نگار سے بھرے ہوئے خول والے آبی کچھوؤں (painted-roof) اور بید کچھوؤں(cane tortoise) کے لال، گلابی، اور نارنجی رنگوں کے خول، شاید، مادہ کچھوؤں کو رجھانے کا کام کرتے ہیں۔ کچھوؤں کی کئی قسموں کے مزوہ شکم پوش (plastron) یعنی خول کا نچلا حصہ اندر کو مڑا ہوا ہوتا ہے، تاکہ وہ اختلاط-mat)

(ing کے وقت مادہ کچھوے کے خول میں اچھی طرح سما سکے۔ ایک ہی نسل کے بعض نر اور مادہ کچھوے کا حجم بھی مختلف ہوتا ہے، مثلاً برہمنی 'دریائی کچھوے (ٹرٹل) کی مادہ اس نسل کے نر کچھوے سے تین گنا تک بڑی ہو سکتی ہے۔ ایک ہی نسل کی دو جنسوں کے رنگوں اور حجم (سائز) میں اتنا فرق ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ مقامی باشندے، غلط فہمی کا شکار ہو کر انہیں دو الگ الگ قسمیں سمجھتے اور نام دیتے ہیں۔

سمندری کچھوے

دنیا میں آٹھ قسم کے سمندری کچھوے پائے جاتے ہیں۔ ان میں شاید سب سے انوکھی اور عجیب و غریب قسم چرمی پشت کچھوا (leather back tortoise) یہ تو دوسرے کچھووں سے اتنا مختلف ہوتا ہے کہ سائنس دانوں نے اسے



ہندوستان کا یہ آبی کچھوا روفڈ ٹرٹل (roofed turtle) سخت خول والے آبی کچھووں کی مختلف قسموں میں سے ایک عام اور سب سے زیادہ خوش رنگ قسم ہے۔ اس کا خول چھت جیسا ہوتا ہے اور گردن پر بہت سی لکیریں ہوتی ہیں۔

ایک الگ ہی خاندان کا نام دے دیا۔ یہ چرمی پشت کچھوے شاید ہماری آج کی دنیا کے سب سے بڑے آبی کچھوے ہیں۔ ان میں سے ایک حال ہی میں پانی کے بہاو کے ساتھ ویلز کے ساحل پر آگیا تھا۔ اس کا وزن ایک ٹن تھا اور لمبائی 2.5 میٹر (8 فٹ) سے بھی زیادہ تھی! زیادہ تر کچھوے کم سے کم دس سال کی عمر تک بالغ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس نسل کے آبی کچھوے

دو سال کے اندر اندر بالغ ہو جاتے ہیں۔ اور ان دو برسوں میں ان کے جسم کا سائز تیس ہزار گنا تک بڑھتا ہے!

یوں تو یہ چرمی پشت کچھوے (tropical) ملکوں کی چوپاٹیوں پر انڈے دیتے اور گھونسلے بناتے ہیں اور (mating) کرتے ہیں، لیکن اکثر سمندر میں بہت دور دور تک نکل جاتے ہیں۔ سمندر کے یہ جناتی کچھوے تو بحر منجمد شمالی (ارکٹک) کے برفیلے پانی تک میں گھومتے دیکھے گئے ہیں ۔ اینو ئیٹس نامی اسکیموں نے تو ان کی تصویریں بھی بنائیں، ان پر نظمیں بھی لکھ ڈالیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ رینگنے والا سرد خونی جانور شمالی سمندر کی شدید سردی برداشت کیسے کر لیتا ہے۔ ماہرین حیوانیات آج تک اس گتھی کو سلجھانے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ ان چرمی پشت کچھووں کے بارے میں ایک اور حیران کرنے والی بات کی اطلاع تو حال ہی میں امریکہ کی ایک جیورجیا یونیورسٹی کے سائنس دانوں نے دی ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کچھوے سطح سمندر سے بارہ سو میٹر (تقریباً نصف میل) کی گہرائی تک غوطہ لگا سکتے ہیں ہوا میں سانس لینے والا اور کوئی جانور اتنی گہرائی میں نہیں جا سکتا ۔ کم سے کم انسان کو تو اس کی خبر نہیں ہے۔ اتنی گہرائی تک تو دیوہیکل وہیل مچھلی بھی نہیں جاتی! یہ کچھ اتنا گہرا غوطہ شاید شکار کی، خاص کر جیلی فش کی تلاش میں لگاتا ہے۔ یہ کچھوے غالباً اپنی نرم کھال، چربی کی موٹی تہہ اور انتہائی مضبوط کرکری ہڈی سے بنے ہوئے ڈھانچے کی وجہ سے اتنی گہرائی میں پانی کے دباو کو سہار لیتے ہیں۔

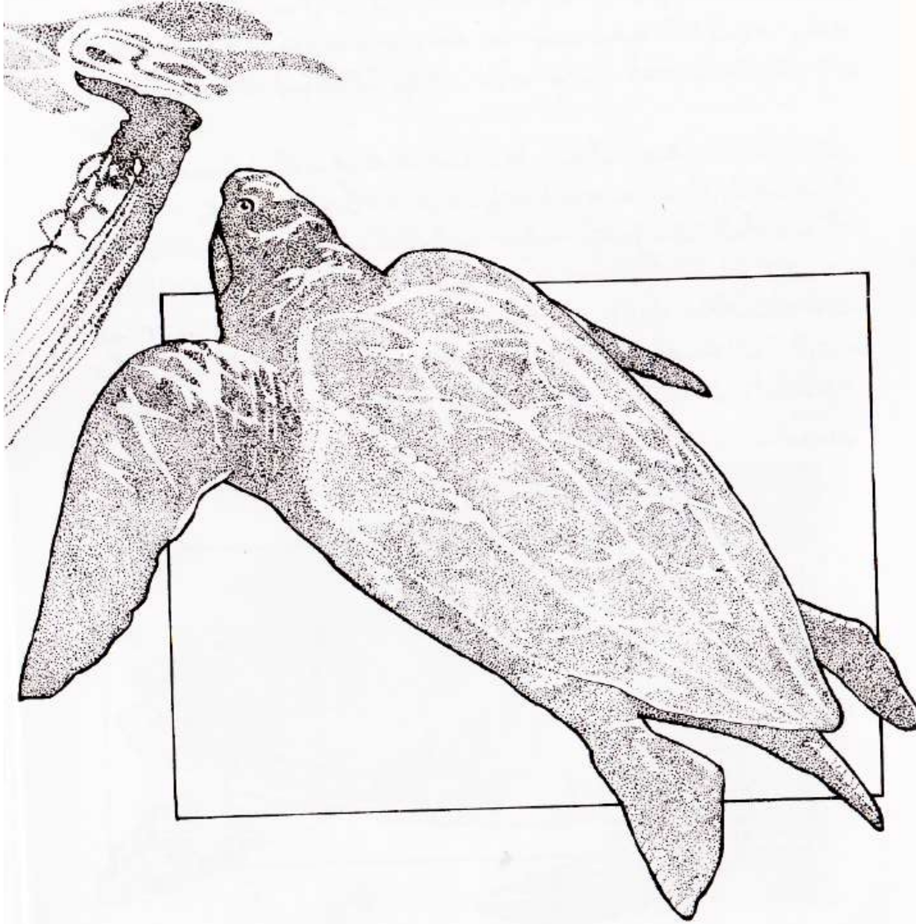
یہ چرمی پشت کچھوے گھونسلے بنا کر انڈے دیتے ہیں انڈمان، نکوبار کے جزیروں میں۔ ایک زمانے میں یہ کیرل کے



ہندوستان کے تارہ کچھوے (star tortoise) کے نر اور مادہ میں فرق دیکھئے مادہ (اوپر) کا سائز نر (نیچے) سے یقیناً کافی بڑا ہے۔



ایک چرمی پشت کچھوا سمندر کی گہرائیوں میں اپنی پسندیدہ غذا یعنی خطرناک جیلی فش((jelly fish)) کی تاک میں۔



ساحل کو بھی انڈے دینے اور گھونسلے بنانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ لیکن اب انسانی شور و ہنگامے سے گھبرا کر انہیں چھوڑ دیا ہے۔

اولیو رڈلے (oliveridly) ہندوستان کا سب سے زیادہ عام، اور سب سے چھوٹا آبی کچھوا ہے، جو دکن کے مشرقی اور مغربی ساحلوں اور خلیج بنگال کے انڈومان نکوبار جزیروں میں پایا جاتا ہے۔ سردیوں اور موسم بہار کی بعض مخصوص راتوں میں وہ جنسی ملاپ (malting) اور انڈے دینے کے لئے بیسیوں ہزار کی، بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ان ساحلوں پر آتے ہیں۔ اس سرگرمی کو آریبادا کہتے ہیں۔ سپانوی زبان کے اس لفظ کا مطلب ہے، آمد، یا آنا۔ (mating) اور انڈے دینے کی یہ انوکھی ادا اولیو رڈلے یعنی زیتونی رڈلے ہے اور اس کے قریبی رشتے دار، بحر اوقیانوس (atlantic ocean) کے کیمپ رڈلے، کی خصوصیت ہے۔ آریبادا کی راتوں کو آپ چوپاٹی پر ٹہل نہیں سکتے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ریت کا چپہ چپہ کچھووں سے ڈھکا ہوا ہو۔ ایک رات میں لاکھوں انڈے دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح کم سے کم کچھ انڈے تو شکاریوں کا نوالہ بننے سے بچ ہی جاتے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب مادہ کچھوے ہزار انڈے، دیتی ہے، تب کہیں جا کر حد سے حد ایک انڈا ایسا ہوتا ہے جس سے نکلا ہوا کچھوا سن بلوغ تک پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے مشہور کچھوا چوپاٹی کا نام ہے گاہیر مٹھ۔ یہ چوپاٹی اڑیسہ کے بھیتار کیکا نیشنل پارک کے محفوظ علاقہ میں ہے۔ ایک دفعہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے بیس ہزار کچھووں کو میٹنگ (mating) کے لئے ساحل پر آتے دیکھا تھا۔ لیکن سنا ہے کہ اس ایک رات پہلے تو پورے دو لاکھ کچھوے وہاں انڈے دینے آتے تھے!!

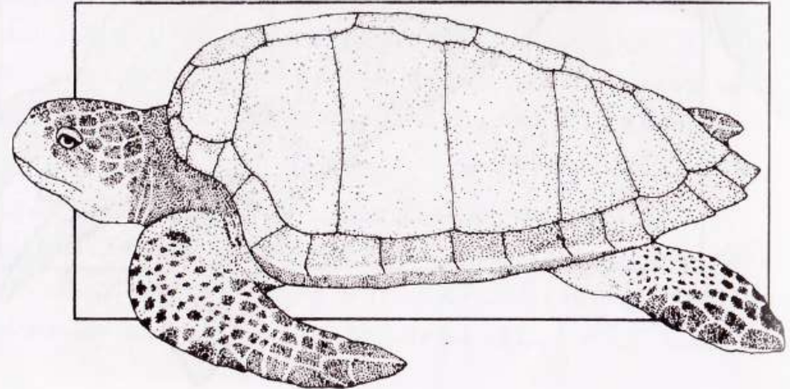
انسان ایک عرصے تک اولیو رڈلے (زیتونی رڈلے) نام کے کچھوے، اور کچھووں کی ایک اور قسم یعنی لوگر ہیڈ نامی آبی کچھوے میں تمیز نہیں کر سکا، انہیں ایک ہی سمجھتا رہا۔ حالانکہ رڈلے کی لمبائی صرف آدھے میٹر تک ہوتی ہے، جبکہ لوگر ہیڈ تو اکثر بڑھتے بڑھتے ایک میٹر تک لمبے ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ رڈلے کا خول سبزی مائیل سرمئی رنگ کا اور سر چھوٹا ہوتا ہے اور لوگر ہیڈ کا خول سرخی مائل بھورا اور سر بے حد بڑا ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں قسم کی عادتیں اور ضرورتیں بڑی حد تک ایک جیسی ہوتی ہیں۔ اسی لئے تو قدرت نے ایسا بندوبست کیا ہے کے رڈلے ہندوستانی ساحلوں پر عام ہے تو لوگر ہیڈ یہاں شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔

سمندری کچھوے سال کا بڑا حصہ سمندر میں بتاتے ہیں۔ صرف انڈے دینے کے لئے ساحل پر آتے ہیں۔ اگر آپ کو سمندری کچھوا اپنا گھروندا کھود کر انڈے دیتا ہوا نظر آجائے تو سمجھئے گا آپ نے قدرت کا ایک معجزہ دیکھ لیا ہے! مادہ کچھوا ایک دفعہ انڈا دینا شروع کر دے تو پھر کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ یا دخل اندازی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہتے ہیں، جانتے ہو ان آنسوؤں کی وجہ سے ایک طرف تو اس کی آنکھوں سے وہ ساری

ریت نکلتی رہتی ہے جو وہ خود ہی مستقل چاروں طرف بکھیرتی جاتی ہے، اور دوسری طرف ان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے جسم سے وہ فاضل نمک بھی نکل جاتا ہے جو سمندر میں بتائے ہوئے دنوں میں اس کے بدن میں جذب ہوتا رہا تھا۔ انڈے دینے کے بعد وہ اپنے اس ٹھکانے کو بڑی محنت اور بہت احتیاط سے ریت سے ڈھک دیتی ہے اور اس کے بعد بڑے جتن سے اسے ہموار کرتی ہے۔۔۔ آگے پیچھے جھول جھول کر، مٹک مٹک کر، جیسے کوئی بے ڈھنگا اور اناڑی رقاص ناچ رہا ہو۔

انڈے سے باہر نکلنے کے بعد ننھے ننھے کچھوے اس ٹھکانے سے نکل کر سیدھے سمندر کا رخ کرتے ہیں۔ ہمیں کچھ عرصہ پہلے تک اس بات کا صحیح اندازہ نہیں تھا کہ پیدا ہونے کے بعد سے بڑے، یعنی بالغ ہونے تک کچھوا سمندر میں کتنا عرصہ گزارتا ہے۔ نجانے یہ ننھے ننھے کچھوے سمندر میں زندہ کیسے رہ جاتے ہیں؟ آبی کچھوؤں کے مشہور ڈاکٹر آرچی کار برسوں کی چھان بین، مطالعے اور تحقیق کے بعد ان گم شدہ برسوں کی گتھی سلجھانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی چھان بین کی مدد سے معلوم کیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ہرے آبی کچھوے کچھوؤں کے ان ٹھکانوں، ان گھروندوں، سے نکل کر سیدھے سمندر کے ایسے حصوں میں جاتے ہیں جہاں پانی کی مختلف دھارائیں آکر ملتی ہیں اور اپنے ساتھ سمندری پودے چھوٹے موٹے جانور اور لکڑی کی کھپچیاں وغیرہ بہا کر لاتی ہیں۔ اور اس اس طرح ان علاقوں

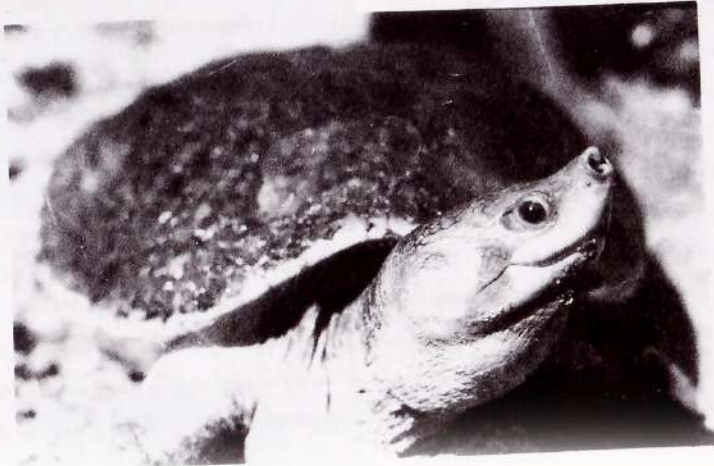
جانا بوجھا اولیو رڈلے (olive ridly turtle) سمندری کچھوا ہندوستان کے مشرقی ساحل اور مغربی ساحل کے قریب اور جزیروں کے ارد گرد پایا جاتا ہے انڈے دینے کے لئے یہ کچھوے ہزاروں کی تعداد میں مشرقی ساحل پر آتے ہیں۔



میں "انوکھی سمندری بستیاں" سی قائم ہو جاتی ہیں، جہاں یہ ننھے منے کچھوے سمندروں کے انہیں "بالک گھروں" میں پلتے بڑھتے ہیں۔

دوسری کئی قسموں کے کچھوے بھی جفتی کے لئے اور انڈے دینے کے لئے بڑی تعداد میں ایک ساتھ آتے ہیں۔ لیکن رڈلے، کچھوے کے انوکھے اور لاجواب آریبادا سے بھلا ان کا کیا مقابلہ! دریاؤں کا باسی، عجیب سی اوپر کو اٹھی ہوئی ناک اور بڑے سے سخت خول والا دریائی تراپین (terrapin) بھی انڈے دینے کا کام گروہوں میں کرتا ہے۔ یہ کچھوا مشرقی ہندوستان اور اور اس سے بھی زیادہ مشرق بعید کے بعض ممالک کے دریاؤں کے ڈیلٹوں میں پایا جاتا ہے نمک کے شوقین تراپین کچھوے کو، بد قسمتی سے، بہت بڑی تعداد میں مارا گیا ہے۔ اور اب یہ قسم بڑی حد تک کمیاب ہو گئی ہے۔ یہ کچھوا پتیوں اور چمرنگ کے درخت کے پھلوں پر گذارا کرتا ہے جو دریاؤں کے ڈیلٹوں کے قرب وجوار کے کھارے ماحول میں خوب اگتے ہیں۔ لیکن انسان کا اصرار ہے کہ چمرنگ بھرے جنگلوں کی ضرورت ہمیں اور آپ کو زیادہ ہے، اس لئے وہ جانوروں کے ان ٹھکانوں کو اجاڑ رہا ہے۔

دریائی تراپین کچھوے کا جسم عام طور پر پانی کے اندر۔ اس کی مضحکہ خیز اوپر کو اٹھی ہوئی ناک پانی کی سطح کے اوپر رہتی ہے جس سے اسے سانس لینے میں مدد ملتی ہے۔



انسان کے ساتھ رہائش

انسان تو قدیم زمانے سے آبی کچھووں کو استعمال کرتا رہا ہے۔ کبھی اسے کھایا، کبھی اس سے زیور بنائے، کبھی دوائیں تیار کیں، اور کبھی اسے پالتو جانور کی طرح سدھایا اور پالا پوسا۔ زیادہ تر آبی کچھووں کا خول بہت سخت ہوتا ہے، اسلئے اس جانور کے آثار صدیوں تک صحیح سالم رہتے ہیں، اور بہت سی قبل تاریخی بستیوں کی کھدائی تک میں ملے ہیں۔ قدیم مصر کے لوگ کچھوے کو براشگون مانتے تھے اور اکثر اپنے معبود را کی عبادت کرتے ہوئے گایا کرتے تھے۔

شاہوں کے شاہ، را، زندہ باد۔ سب کچھوے مردہ باد

ہندوؤں کی نظر میں کچھوا دیوتا وشنو کا اوتار ہے اور قدیم مصوری کے اکثر نمونوں اور مندروں کے نقش و نگار میں بھی نظر آتا ہے۔ اور قدیم قصوں کہانیوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوؤں کی قدیم تحریروں میں لکھا ہے کہ ہماری دھرتی تو ایک عظیم الشان آبی کچھوا اپنی پیٹھ پر سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ شمالی امریکہ کے ریڈ انڈین لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور چینی داستانوں کے مطابق تو دنیا کو تخلیق ہی کیا ہے ایک قدیم آبی کچھوے کوئیی (kwei) نے، جسے شمالی مستطیل کا مالک اور دیوتا بھی کہا جاتا ہے اور قبائلی تو خواہ دنیا کے کسی کونے کے بھی کیوں نہ ہوں، یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا شجرہ پانی کے کچھووں سے ہی ملتا ہے۔ جبھی تو وہ آبی کچھوے کا گوشت نہیں کھاتے، اس کے باوجود آبی کچھووں کو دنیا بھر میں بڑے پیانے پر مارا جاتا ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں: آبی کچھوے کے گوشت میں پروٹین بہت زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے، اور پھر یہ سستا بھی ہوتا ہے اس لئے مشرقی ہندوستان کے اکثر علاقوں میں کھایا جاتا ہے۔ بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے کوئی پچاس سال پہلے تک دریاؤں میں بہت بڑے آبی کچھوے تیرتے دیکھے ہیں۔ لیکن اب یہ صورت نہیں ہے۔ اب تو انسان نے پانی کے کچھووں کو تقریباً ختم ہی کر دیا ہے۔۔ بڑے پیانے پر مچھلیاں پکڑ کر، کچھووں کے انڈے کھانے کے لئے ان انڈوں کے ٹھکانوں اور ذخیروں پر حملہ کر کے، اور دریاؤں پر ریزروائر (پانی کے ذخیرے) بنا کر اور باندھ باندھ کر! اس کے علاوہ دریاؤں کے پانی میں ہر قسم کی غلاظت پھینک کر اس نے کو برباد کیا ہے۔ اس کے کچھووں کی بہت بربادی ہوئی ہے۔ بہت دکھ کی بات ہے یہ! کیونکہ کچھوے تو ہمارے ماحول کے لئے بہت قیمتی اور فائدے مند ہوتے ہیں!

اکثر مذہبی یادگاروں اور مقبروں وغیرہ میں تو بڑے بڑے تالابوں میں کچھوے پالے جاتے ہیں جنوب مشرقی بنگلہ دیش چٹاگاوں میں مسلمانوں کی ایک خانقاہ میں ہم نے میٹھے پانی کے بہت بڑے بڑے کچھوے بھی دیکھے ہیں۔ اور کس قدر ناز نخروں سے پالے جاتے ہیں وہ! وہاں کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کچھوے کوئی بدروح، یا جن ہیں جنہیں کسی سادھو سنت نے، کسی درویش نے سزا کے طور پر کچھوا بنا دیا ہے۔ بھئی جن ہوں یا بدروح، یا جو بھی ہوں، سچ تو یہ ہے کہ یہ

کچھوے یاتریوں کے اور زائروں کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں اور خوب تر مال اڑاتے ہیں۔

ہندوستانی لوگ مرنے والوں کی لاشوں کو ایک عرصے سے گنگا میں بہاتے رہے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ مگرمچھ اور آبی کچھوے انہیں ٹھکانے لگا دیں گے دیہاتی لوگ تو آبی کچھووں کی اس عادت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ بنگال میں تو ایک کہاوت ہے کہ ارتھی کے جلوس کا شور اور رام رام ستیہ ہے کی جاپ اور نعرے سنتے ہی کچھووں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اب گنگا میں آبی کچھووں کی وہ ریل پیل کہاں ہے کہ وہ دریاؤں کی صفائی کی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت سرکار نے اب کچھووں کی (mating) اور انڈے دینے کا پورا پروگرام مرتب کیا ہے۔ تاکہ زرا بڑا ہونے پر انہیں دریاؤں میں ڈال کر، دریاؤں میں ان کی آبادی کو پھر سے بحال کیا جا سکے۔

پانی کے کچھوے ہمیں اور بھی کئی طرح فائدہ پہنچاتے ہیں۔ وہ پانی کی جھاڑیوں کو کھاتے ہیں، اور گویا اسطرح پانی کے ذخیروں کو صاف کرتے رہتے ہیں۔ ہرے کچھووں کو تو، بجا طور پر سمندری گائیں کہا جاتا ہے، کیوں کہ ان کا دل پسند کھاجا ہے سمندری گھاس۔ وہ اس طرح اس بیکار گھاس پھونس اور ان بیکار جھاڑیوں کو قیمتی اور مفید گوشت میں بدل دیتے ہیں جو سمندر کے ساحلی علاقوں اور جزیروں میں رہنے والے قبائلیوں کی خوراک کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔ ان لوگوں کو عام طور پر اور کسی قسم کا گوشت نصیب



وشنو نے امرت سے بھری گاگر کو سمندر سے نکالنے کے لئے دیو ہیکل آبی کچھوے کرما کا روپ دھارن کر کے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی۔

ہی نہیں ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ آبی کچھوے گھونگھوں اور کیڑے مکوڑوں کو نوالہ بنا کر ان سے پھیلنے والی بہت سی بیماریوں کو بھی کنٹرول کرتے رہتے ہیں۔

ہم کچھووں اور آبی کچھووں کا مطالع کرنے کے لئے متعدد طریقے اپناتے رہے ہیں۔ پہلے زمانے میں تو انسان اس جانور کا مطالعہ کرنے کے صرف ایک طریقے سے واقف تھا۔ اسے کاٹو اور دیکھ لو لیکن اب اس طریقے سے پرہیز کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس نقصان بھی ہوتا ہے، اور یوں بھی بڑی بے دردی کی بات ہے یہ! آبی کچھووں کی نقل و حرکت کا پتہ نشان لگانے کے لئے اب ہم اس کے خول میں ڈوری یا تانت باندھ دیتے ہیں۔ آپ دو عدد آبی کچھووں میں فرق کرنے کے لئے ان کے خول پر نشان بھی لگا سکتے ہیں، دندانے سے بھی کاٹ سکتے ہیں۔ چھلے باندھنے کا طریقہ بھی استعمال کرنا ممکن ہے۔ کچھوے کی اگلی ٹانگ پر پلاسٹک یا دھات کا ٹکڑا باندھ دیا جاتا ہے، کبھی کبھی اس پر نام یا نمبر بھی لکھ دیتے ہیں۔۔ ماہرین حیوانات مادہ کچھوے کا ایکسرے کر کے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ کتنے انڈے دینے والی ہے۔ لیکن جب کچھوے اور آبی کچھوے دور نکل جائیں، تب ان کی نقل و حرکت پر کیسے نظر رکھیں؟ اس کا مطالعہ کرنا بھی مشکل نہیں ہے۔ جانور کے بدن پر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر چپکا دیجئے۔ اس کا دیا ہوا سگنل ریسیور پر ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ ان سب ترکیبوں کی مدد سے ہمارے لئے ٹرٹل بایولوجی کے بارے میں ضروری اطلاعیں حاصل کرنا بھی آسان ہو گیا ہے اور ان کی حفاظت کے طریقے جاننے میں بھی مدد ملی ہے۔

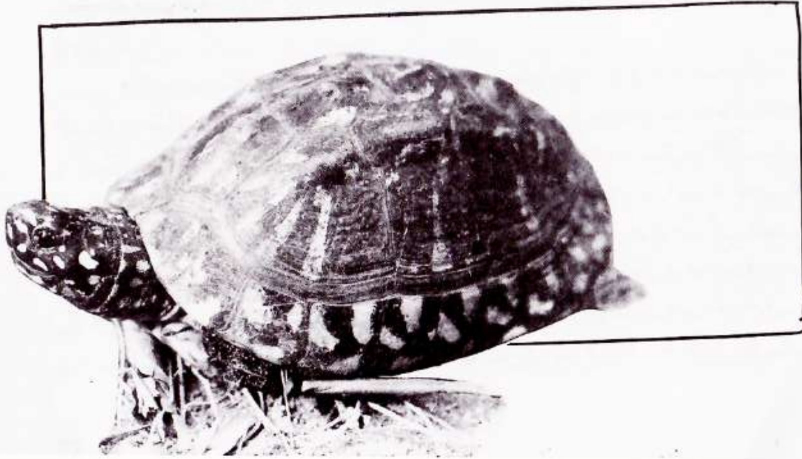
بربادی کے دہانے پر

بہت تعجب کی بات ہے کہ وہ جانور جو بیس کروڑ سال سے اس دنیا میں موجود ہے جس نے ڈائنا سور جیسے دیو پیکر رینگنے والے جانوروں کے دور کو بھی سہار لیا، اور ابتدائی وحشی انسان کا ساتھ بھی جھیل لیا، اسے آج، مہذب انسان کے ہاتھوں اتنے بڑے خطرے کا سامنا ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان ان آبی کچھووں کے جسم کا ہر حصہ استعمال میں لا رہا ہے اس کا گوشت چربی، ہڈیاں، خول، دم، خون غرض ہر حصہ انسان کے لئے قیمتی اور ضروری ہے آبی کچھوے کے جسم کے مختلف حصوں سے طرح طرح کی دوائیں بنتی ہیں، اور لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بواسیر اور بد ہضمی وغیرہ جیسی کئی بیماریوں کا بہترین علاج ہیں۔ ویسے ہم نے تو ابھی تک اس کی کوئی مثال دیکھی نہیں! آبی کچھووں کو طرح طرح سے، اور بڑی بے دردی سے مارا جاتا ہے، کبھی کبھی تو ان کی پشت کو توڑ کر، انہیں دھیمی آگ پر پکاتے ہیں، تاکہ گوشت خول کے اندر اندر پک جائے۔ بڑے شہروں کی منڈیوں میں بکنے والے کچھووں کے خول کا اندرونی حصہ یعنی شکم پوش کاٹ دیا جاتا ہے، تاکہ گاہک اپنی اپنی پسند کی تراش والا کچھوا پسند کر سکیں۔ تامل ناڈو کے شہر ٹیوٹی کورن میں تو ابھی کچھ دن پہلے تک سمندری کچھووں کا خون پینے والوں کی سنستھا قائم تھی۔ یہ لوگ سمندری کچھوے کا خون پیتے تھے! ان کا کہنا ہے کہ یہ انسان کی صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے!

کیا آبی کچھووں جیسے جانوروں کو گوشت حاصل کرنے کے لئے مارنا مناسب ہے؟ ضرور! لیکن شرط یہ ہے کہ ساتھ ہی ان کا باقاعدہ پالن پوشن کر کے ان کی نسلوں کو بڑھایا جائے، ان کے فارم قائم کیئے جائیں۔ اب دیکھئے نا بڑے سائز کے ایک ہرے آبی کچھوے سے ایک دو نہیں، سو کلو گرام بڑھیا گوشت حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا بھر میں بہت سے قبائلی تو پروٹین صرف کچھوے کے گوشت ہی سے حاصل کر پاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ صرف اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے گنے چنے جانوروں کا خون کرتے ہیں، اور اس طرح گویا، وہ ساتھ ہی اس جانور کی بستیوں کی، اس کی آبادی کی حفاظت کے امین بن جاتے ہیں، جسے وہ کھاتے ہیں۔ یہ تو ہم مہذب لوگ ہیں جو اپنے لالچ کی خاطر جنگلوں اور جنگلی جانوروں قدرت کے دئے ہوئے ان قیمتی تحفوں کی بربادی پر تلے ہوئے ہیں۔ چرمی پشت آبی کچھوے کا گوشت مزے دار نہیں ہوتا، لیکن اس کا تیل نکالا جاتا ہے اور جانتے ہو یہ تیل کہاں استعمال ہوتا ہے؟ لکڑی کے سامان کی وارنش اور کشتیوں کی پالش کرنے کے لئے!! تیل کی خاطر جان سے ہاتھ دھونے کا خطرہ تو ہے ہی اس سے بھی بڑا خطرہ پلاسٹک کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں جو پانی پر تیرتی نظر آتی ہیں۔ (چرمی پشت) آبی کچھوے ان تھیلیوں کو جیلی فش سمجھ کر خوشی خوشی نگلتے ہیں، اور مر جاتے ہیں۔ بھائی خدارا سمندروں کو اس قسم کے کوڑے کرکٹ سے محفوظ رکھو!

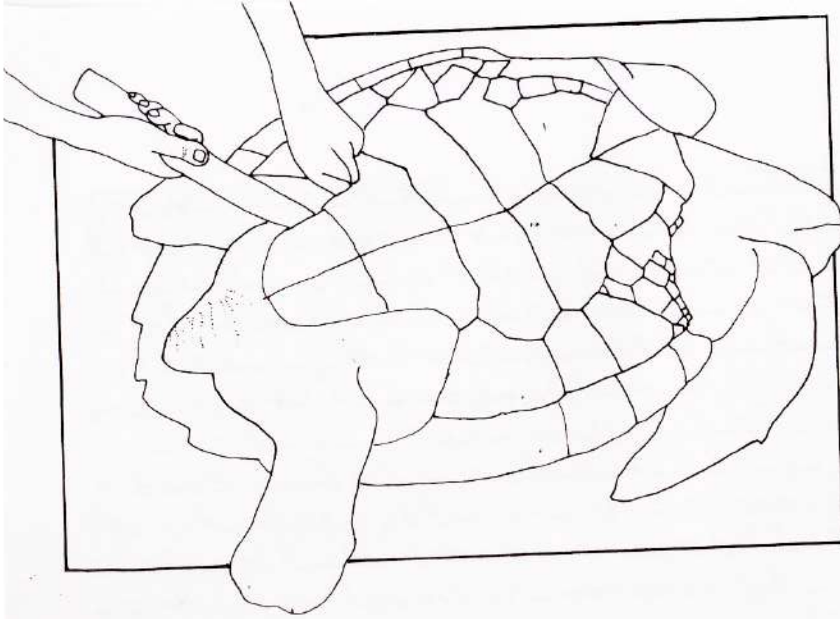
کچھووں اور آبی کچھووں کی بہت سی قسمیں برباد ہو کر ختم ہو چکی ہیں اور بہت سی ختم ہونے والی ہیں، معدوم

تالاب کا بوٹیوں والا آبی کچھوا جسے بنگالی لوگ بھوت کچھوا کہتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بہت خوبصورت ہوتا ہے۔



ہو جانے کے خطرے کے دہانے پر ہیں۔ اس کے باوجود اب امید کی ہلکی سی کرن نظر آنے لگی ہے۔ پچھلے چند برسوں میں ہم نے آبی کچھوؤں کی قدرتی تاریخ کا بھی کافی علم حاصل کیا ہے۔ انسان نے اس سلسلے میں بہت کچھ معلومات حاصل کی ہیں کہ ان کا وجود کس قدر خطرے میں ہے، اور اب ساری دنیا میں انسان انہیں بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ سمندری کچھوؤں کے انڈوں کو چوپائیوں سے جمع کر کے محفوظ جگہوں میں رکھا جاتا ہے، جہاں ان سے ننھے منے کچھوے نکالے جاتے ہیں۔ لیبارٹریوں میں محفوظ ان انڈوں سے 90 فیصد تک بچے نکل آتے ہیں اور ان میں زیادہ تر بچ بھی جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ پورے بڑے کچھوے بن جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے آبی کچھوؤں کو سمندر میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا بہت ضروری ہے، ورنہ کچھوؤں کے انڈوں کی بڑی تعداد انسانوں، کتوں اور جنگلی شکاری جانوروں کے ہاتھوں برباد ہو جاتی ہے۔ ان سے بچے نکلنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ بعض دفعہ ننھے منے نوزائدہ کچھوؤں کو کئی مہینے، بلکہ سال سوا سال کا ہونے کے بعد سمندر میں چھوڑا جاتا ہے، تاکہ وہ اتنے بڑے ہو چکے ہوں کہ اپنے ان دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں، اسے کہتے ہیں ہیڈ اسٹارٹنگ۔ ہاں ایک بات یاد رکھیئے گا۔ یہ بات حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ انڈے جس درجہ حرارت میں تیار ہوتے ہیں، اس کا اثر آبی کچھوؤں کی جنس پر پڑتا ہے۔ اس لئے اگر احتیاط نہ برتی گئی تو انڈوں سے بچے نکالنے والی یہ لیبارٹریاں پانی کے ان آبی کچھوؤں کی آبادی کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ بھئی اگر درجہ حرارت کم ہونے کی وجہ سے صرف نر، یا درجہ حرارت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے صرف مادہ کچھوا پیدا ہو تو یقیناً بہت نقصان ہو جائے گا! کچھ سائنسدانوں کو شبہ ہے کہ "ہیڈ اسٹارٹنگ" کے ذریعہ پیدا ہونے والے آبی کچھوے کچھ پالتو قسم کے، ذرا کچھ بودے ہو جاتے ہیں اور قدرتی حالات کا مقابلہ کرنے اور ہر حال میں زندہ رہنے کی ان کی قدرتی صلاحیت مر ہی جاتی ہے۔

کچھ علاقے اور بستیاں انسان کی پہنچ سے دور ہیں۔ وہاں پانی کے کچھوؤں کی آبادی ان علاقوں اور بستیوں کے مقابلے میں بہت گنجان ہے، جہاں انسانی آبادی زیادہ ہے۔ انسانی سرگرمیاں نہ ہونے کی وجہ سے ان علاقوں کا ماحول پراگندہ نہیں ہوا ہے۔ آبی کچھوؤں کی بعض قسمیں صرف، ایک خاص قسم کے ماحول اور علاقے میں رہ سکتی ہیں۔ اس کی ایک مثال ہے بڑے سائز کا دریائی تیراپین (terrapin) جو چمرنگ کے جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کلکتہ کے مشرق کی سالٹ لیک اور دلدل سندر بن کے چمرنگ پیڑوں سے بھرے جنگلوں سے ملی ہوئی تھی۔ تب دریائی تیراپین (terrpin) وہاں رہتے تھے۔ لیکن قریب سو سال پہلے اس جنگل اور دلدل کو جوڑنے والی کچھ کھاڑیوں کا منہ بند کر کے مچھلیوں کے بڑے بڑے تالاب بنائے گئے اور رہائشی مکان بنانے کے لئے بھی ان کھاڑیوں کا منہ دونوں طرف سے بند کر کے، انہیں سکھا دیا گیا۔ سر چھپانے کے ٹھکانے اور کھانے کے سامان سے محروم ہو کر تیراپین اس علاقے سے



النا آبی کچھوا تیز چاقو سے اس رڈلے کا شکم پوش (plastron) کاٹ کر اس غریب کو پل پل مارا جا رہا ہے۔

غائب ہی ہو گئے۔

اگر ہم آبی کچھوا بطور خوراک استعمال کرتے رہنا چاہیں تو ہمیں ان کی فارمنگ کرنا ہو گی۔ اب بہت سے ملکوں میں یہ کام ہو رہا ہے آبی کچھوؤں کی فارمنگ اس لئے بھی کی جا رہی ہے کہ افزائش نسل کر کے انہیں ان کے جنگلی ٹھکانوں میں بھی پہنچا دیا جائے، کیوں کہ یہ جانور فطرت کے سلسلہ عمل کی اہم کڑی ہے۔ سنبل سے ملتی ہوئی شکل کی جنوبی امریکہ کے پانی کی جھاڑی ہائسنتھ (hyacinth) آج دنیا کے اکثر علاقوں کے لئے ایک مصیبت، ایک عذاب بن گئی ہے یہ جگہ جگہ بہتے پانی کی دھاراؤں کے لئے روک بن جاتی ہے، اور مچھروں، اور مچھروں سے پھیلنے والی بیماریوں مثلاً ملیریا کا پھیلنے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ دوسری طرف ہمارے تالابوں اور دریاؤں میں رہنے والے اکثر آبی کچھوے نہ صرف اس جھاڑی کو کھاتے ہیں، بلکہ مچھروں کا بھی صفایا کر دیتے ہیں۔ ہم کچھوا پالن کے ذریعے ہائیسنتھ جھاڑیوں سے بھرے ہوئے ان علاقوں میں ملیریا جیسی بیماریوں کی روک تھام کر سکتے ہیں۔

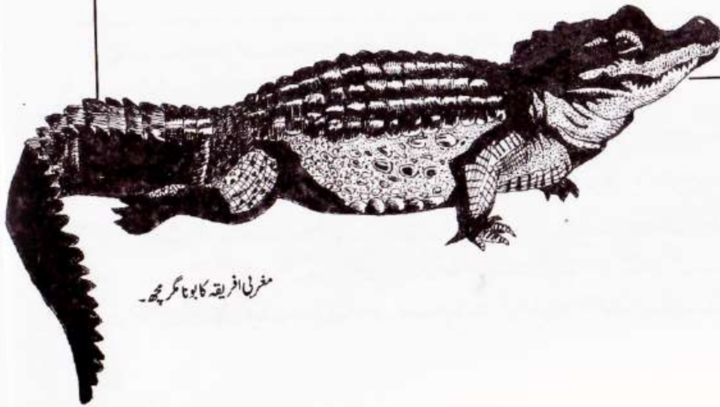
ہماری منڈیوں میں زیادہ تر بکنے والے آبی کچھوے بد قسمتی سے جنگل کے کچھوے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مشرقی ساحلوں پر ہزاروں کی تعداد میں سمندری کچھوے پکڑے جاتے ہیں۔ انہیں پکڑنے کے لئے جھینگا پکڑنے والا

جال استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ حرکت خلاف قانون ہے۔ بندی بن جانے والے ان کچھوؤں میں سے کچھ تو مغربی بنگال کی منڈیوں میں بک جاتے ہیں۔، اور کچھ دم گھٹ کر مر جاتے ہیں۔ ان مردہ کچھوؤں کو جال سے نکال کر پھینک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سمندر کی لہریں ان کے بے جان جسموں کو چوپاٹیوں پر پھینک دیتی ہیں۔ ساحلی علاقوں میں رہنے والے بعض لوگ سمندری کچھوے کو پکڑنے کے لئے ماسہ اور چپک مچھلی (remora) استعمال کرتے ہیں۔ سمندر میں کچھوے نظر آتے ہی مچھیرے ماسہ یا چپک مچھلیوں کو سمندر میں اتار دیتے ہیں، اور وہ فوراً ہی کسی نہ کسی بڑے کچھوے سے چپک جاتی ہیں۔ چار چھ ریمورا مچھلیاں کچھوے کے بدن سے چپک جائیں تو یہ آبی کچھوا ان سے بچ کر نکل ہی نہیں سکتا۔ بعض دوسرے ملکوں میں مچھیرے شکار کے لئے لکڑی کے کچھوے استعمال کرتے ہیں، تاکہ نر کچھوے ان کچھوؤں کو مادہ سمجھ کر مچھیروں کی کشتیوں کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ جب یہ سمندری کچھوے تیرتے ہوئے کشتی کے قریب آجاتے ہیں تو شکاری انہیں ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں یا برچے کی شکل کے مڑے ہوئے خمدار کانٹوں میں پھنسا کر ان کا شکار کر لیتے ہیں۔ انسان تو بچارے چھوٹی نسل کے کچھوؤں کو بھی سکون سے جینے نہیں دیتا۔ جنوبی ہندوستان میں تو گھونگھے اور سیپی کے سمان کی دوکانوں میں دوسری نادر انوکھی چیزوں کے ساتھ تارا کچھوے (star tortoise) کے خول بھی بکتے ہیں۔

زمین پر بسنے والے کچھوؤں کو پکڑ کر پالتو جانور کی طرح فروخت کیا جاتا ہے، جو ان بیچارے کچھوؤں کے حق میں اچھا نہیں ہے۔ بھئی دیکھئے نہ ایسے پالتو جانور عام طور پر بچوں کے لئے خریدے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بچوں کو کیا معلوم کہ ان کی دیکھ بھال کیسے کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ غریب پالتو لاڈلے اکثر مر جاتے ہیں۔ کچھوؤں اور آبی کچھوؤں کو آپ صرف ایک مختصر مدت کے لئے تو مچھلی پالن کے حوض یا ایسی ہی کسی دوسری جگہ مثلاً اکوریم میں رکھ سکتے ہیں اور وہ بھی صرف اس صورت میں جب ان جگہوں کا ماحول قدرتی کچھوؤں کے ماحول سے ملتا جلتا ہو۔ پینے کا تازہ پانی تو ہر قسم کے کچھوؤں کے لئے مہیا کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ پانی سے بھاگنے والے صحرائی کچھوؤں کو بھی تازہ پانی چاہئے۔ آبی کچھوؤں کی زیادہ تر قسمیں چھوٹے موٹے ہی مگر ایسے زندہ جانور کھانا پسند کرتے ہیں، جنہیں وہ آسانی سے پکڑ سکیں اور بری کچھوے رسیلے پھلوں اور پتیوں کے رسیا ہوتے ہیں۔

ہمیں۔۔۔ ہم سب کو۔۔۔ ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں پائے جانے والے کچھوؤں اور آبی کچھوؤں کی نسلیں ختم نہ ہونے پائیں۔ دوست اگر تمہیں اس خوبصورت اور کارآمد جانور سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے تو اس کے بارے میں اور بھی بہت کچھ پڑھو، چڑیا گھروں میں جا کر اور موقع ملے تو مدراس کروکوڈائیل بنک میں جا کر انہیں قریب سے دیکھو، اور تالابوں اور دریاؤں میں تلاش کرو۔ ان کے بارے میں اور معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو فوراً قلم اٹھاؤ اور مدراس کروکوڈائل بنک کو خط لکھ بھیجو۔ آبی کچھوؤں کا مطالعہ کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ تیزی سے بھاگ کر کہیں جا ہی نہیں سکتا۔

مگر مچھ



مغربی افریقہ کا بونا مگرمچھ۔

بڑے بڑے دانت، تیز کیلوں جیسے ابھاروں سے ڈھکی ہوئی چمڑی جیسے کوئی قدیم زرہ بکتر مگرمچھ کو ایک نظر دیکھ کر تو یہ خیال نہیں آتا ہے۔ ہم نے بچپن سے مگرمچھوں کے بارے میں جتنی کہانیاں پڑھیں یا سنی ہیں، ان کی روشنی میں تو ایک ایسے جانور کی تصویر ابھرتی ہے، جسے دیکھ کر کراہیت آئے، گھن سی محسوس ہو۔ لیکن جن لوگوں نے قریب



مگرمچھ سب سے زیادہ بدنام مخلوق ہے۔ 1834ء میں بنی ہوئی یہ دلچسپ خیالی تصویر 'دی اورینٹل انیول' (The oriental Annual) جریدے سے لی گئی ہے۔ اس میں یہ جانور ہاتھی پر قابو پاتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

سے اس جانور کا مطالعہ کیا ہے ان کا خیال اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہندوستانی مگرمچھوں کی تینوں قسموں کے بارے میں یہاں ہم نے جو کچھ لکھا ہے، اسے پڑھ لو، پھر خود ہی فیصلہ کرو۔ ہو سکتا ہے ہماری طرح تم بھی انجام، کارپانی کے اس راجہ کے گن گاتے نظر آو! سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ مگرمچھ کی اور انسان کی بہت سی عادتیں، بہت سی خصوصیات، ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ اس کی سونگھنے اور سننے کی صلاحیت بہت تیز ہے، اور دیکھنے کی شکتی ہے۔۔ اور ہاں، یہ زور زور سے آوازیں بھی نکال سکتا ہے، اور ایک دوسرے کے بچاو سے دیکھ بھال اور حفاظت کرتے ہیں۔ بالکل ہماری طرح!

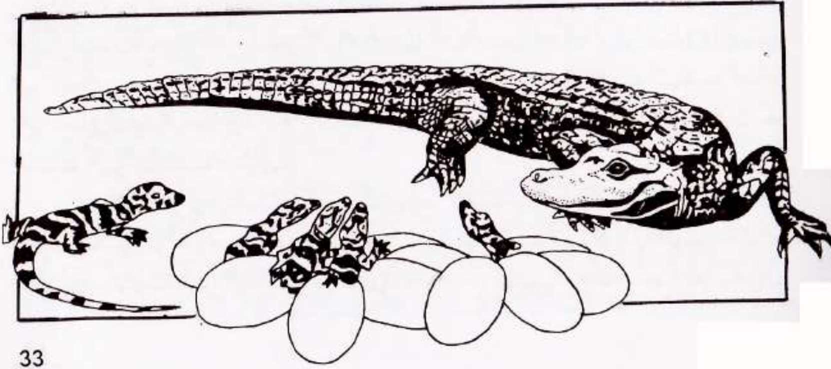
مگرمچھ اور دلدل کا مگرمچھ

مگر ہندوستان کا میٹھے پانی کا مگرمچھ ہے، جو ملک کے تقریباً سب ہی علاقوں کے چشموں، دریاوں، جھیلوں اور تالابوں میں پایا جاتا ہے۔ رینگنے والے اس جانور کی کھال کھردری ہوتی ہے اور لمبائی چار میٹر (13 فٹ) تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ بعض مگرمچھوں کا وزن تو تین سو کلوگرام تک ہوتا ہے۔

ہم نے مگر کو مختلف قسم کے جانوروں کو پکڑتے اور کھاتے دیکھا ہے۔ چھوٹی عمر کے مگر چھلانگ لگانے میں بہت ماہر ہوتے ہیں وہ تیزی سے پانی سے اچھل کر ڈریگن فلائی پکڑتے ہیں! اور چھوٹے کیکڑے، مچھلیاں اور مینڈک تو پکڑ پکڑ کر دعوت اڑاتے ہی رہتے ہیں جب عمر اور سائز میں بڑے ہو جاتے ہیں تو مینڈک وغیرہ تو کھاتے ہی ہیں، مگر زیادہ تر سانپ، پرندے اور چوہے پکڑ پکڑ کر پیٹ کی آگ بجھاتے ہیں۔ مزید بڑا ہونے پر تو مگر، جنگلی سور اور ہرن تک پکڑ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ پانی میں بہتے ہوئے، یا ساحل کے قریب پڑے ہوئے مردہ جانور بھی کھاتا ہے۔ اس طرح گویا یہ ماحول کی صفائی میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ مچھلی تو مگر خوراک کا ایک بہت اہم حصہ ہے۔ جب گرم موسم میں چشمے اور تالاب سوکھنے لگتے ہیں تو اتھلے پانی میں مچھلی پکڑنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

مگرمچھ کو عام طور پر اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے بڑے جانور تک پر قابو پا سکتا ہے، اور اس سے بڑی مخلوق پر وہ شاید ہی کبھی حملہ کرتا ہو۔ ایک دفعہ مگرمچھوں کی پیائش کے بعد روم اپنے کیچڑ میں لت پت ہاتھ وہیں، مگر تالاب، میں دھو رہا تھا کہ اچانک جیسے بجلی کا کوندا سا لپکا اور ایک بڑے سے مگرمچھ نے اس کا ہاتھ منہ میں دبا لیا، اور آنکھیں جھپک

مگرمچھوں اور گھڑیالوں کی اکثر قسموں میں مادہ مگرمچھ مثلاً چینی گھڑیال کی مادہ انڈے دینے کے بعد اپنے انمول 'گھروندے' کی حفاظت کرنے کے لئے اور اپنے ننھے منوں کو انڈوں سے نکلنے میں مدد دینے کی خاطر وہیں پہرہ دیتی رہتی ہے۔

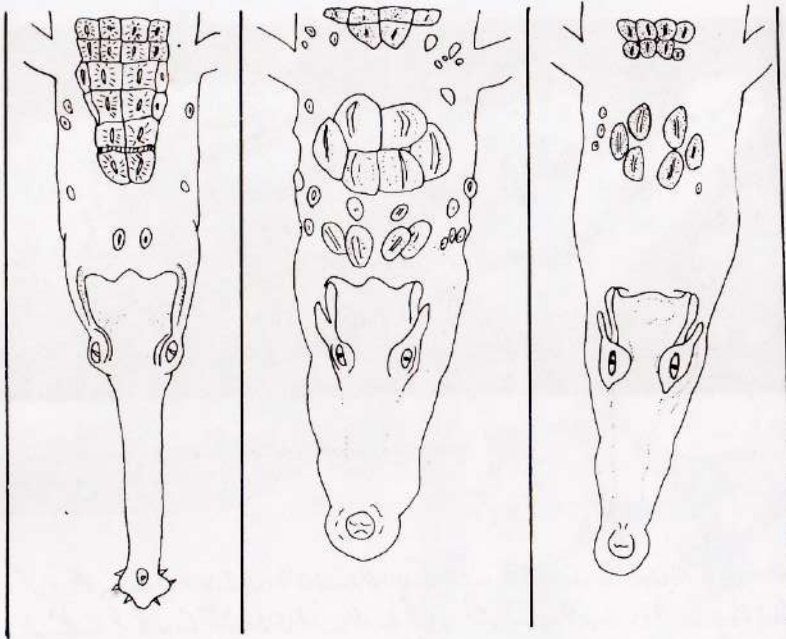


جھپک کر، آنسو ٹپکاتا ہوا تیزی سے پانی کی سطح کے اوپر آگیا۔ لیکن ان چند لمحوں میں اس نے تیزی سے حالات کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچ کر کہ بھئی یہ شکار تو لقمہ بنانے کے لئے زرا زیادہ ہی بڑا ہے۔اس نے بہت نرمی سے میرے دوست روم کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ روم کے ہاتھ پر ہلکی سی خراش تک نہیں آئی۔

مدراس کے کروکوڈائیل بنک میں ہر دن چھ ہزار مگر مچھوں کے لئے خوراک مہیا کی جاتی ہے۔اس کے لئے ہم ہر ہفتہ دو ٹن مچھلی، گوشت، چوہے، اور مول کیکڑے خریدتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ مگر مچھ اتنے پیٹو ہر گز نہیں ہیں، جتنا ہم انہیں سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ آرام طلب جانور ہے اور اسے خوراک کی صورت میں زیادہ ایندھن کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ وہ تو دن بھر دھوپ میں پڑا رہتا ہے، یا پانی کی سطح پر ہچکولے کھاتا رہتا ہے۔ اس کی مادہ بھی پستانیہ جانوروں (mammales) اور پرندوں کی طرح ادھر ادھر دوڑ بھاگ کرتی، بھٹکتی نہیں پھرتی۔ اس کے علاوہ وہ بے حد بلیقہ مند ہوتا ہے۔ خوراک کا زیادہ تر حصہ ہضم کرلیتا ہے۔ مجال ہے جو کچھ بھی برباد ہونے دے۔ اس کا ہاضمہ ایسا لاجواب ہوتا ہے کہ ہڈیاں تک ہضم کرلیتا ہے۔ تب ہی تو کم خوراک کھا کر بھی مزے میں گزر ہو جاتی ہے۔ مثلاً کروکوڈائیل بنک میں ایک سو پچاس (150) سے بھی زیادہ وزن والا ایک بڑا، نر مگر مچھ مہینے بھر میں صرف بیس کلو گوشت کھاتا ہے! ارے صاحب اس سے زیادہ تو ایک السیشین کتا کھالیتا ہے۔

ہر سال دسمبر میں بڑے بڑے طاقتور نر مگر غرا غرا کر اور جبڑا بجا بجا کر گویا اپنی طاقت اور جواں مردی کا اظہار کرتے ہیں۔ جبڑے کی یہ تڑ تڑ، دراصل پانی میں چھپ چھپ کرنے کی تیز آواز ہوتی ہے جو مگر کے پانی کی سطح پر جبڑا مارنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اپنی دم تیزی سے گھما گھما کر گویا، اپنے ٹھکانے اپنی بستی، کا معائنہ کرتے ہیں۔ مباشرت (malting) کے لئے مادہ کی تلاش میں۔ جفتی کا عمل پانی میں ہی ہوتا ہے۔اور اس کے مہینے بھر بعد مادہ مگر مچھ کو انڈے دینے کی فکر ستانے لگتی ہے۔ وہ دریا یا تالاب کے کنارے کے قریب ہی ریت یا مٹی کا پر سکون اور الگ تھلگ سا ساحل تلاش کرتی ہے، جہاں وہ اپنا ٹھکانہ، بنا سکے۔ بعض دفعہ تو وہ اپنی پچھلی ٹانگوں سے کھود کھود کر کئی ٹھکانے ڈھونڈتی ہے، تب کہیں جا کر سب سے اچھا گوشہ ملتا ہے۔ یہ ٹھکانہ تیار کرنے کے بعد، ایک رات وہ وہاں بیس سے تیس بڑے سخت اور سفید انڈے دیتی ہے۔ پھر بہت احتیاط اور ہوشیاری سے انہیں ریت مٹی سے ڈھک دیتی ہے۔ اس کے انڈے مرغی کے انڈوں کے تقریباً تین گنا بڑے ہوتے ہیں۔

یہ انڈے ستر اسی دن تک زمین کے نیچے پکتے ہیں اور آخر انڈے میں جنین (نامکمل بچہ) تیار ہو جاتا ہے۔ مادہ اتنے دن تک اپنے اس "گھروندے" سے دور نہیں جاتی بلکہ پانی سے باہر اس کے قریب ہی پڑی رہتی ہے۔ خاص کر شکاریوں کی سرگرمی کے وقت، یعنی راتوں کو تو بہت ہی چوکنا اور خبر دار رہتی ہے۔ اس وقت وہ بہت خون خوار ہو جاتی



ہندوستان میں پائے جانے والے تین قسم کے مگر مچھوں کی شناخت مشکل نہیں ہے گھڑیال (دائیں) کا جبڑا بے حد تنگ ہوتا ہے مگر (درمیانی) کا جبڑا سب سے چوڑا ہے اور کھارے پانی کے مگر مچھ (بائیں) کی تھوتھنی مگر کے مقابلے میں لمبی ہوتی ہے اور اس کے سر کے پیچھے بڑے بڑے کھپرے نہیں ہوتے۔

ہے۔ مجال ہے جو کوئی انڈوں کے قریب پہنچ جائے! دور ہی سے بھگا دیتی ہے۔اور بھئی ٹھیک بھی ہے۔ کیونکہ مگر مچھ کے لذیذ انڈوں کی دعوت تو مونیٹر لیزارڈ، بھیڑیوں، جنگلی سوروں اور دوسرے بہت سے جانوروں، کو پسند ہے۔

رینگنے والے تمام جانوروں میں ماں باپ کا فرض سب سے اچھی طرح مگر مچھ ہی نبھاتے ہیں۔ اپنے "گھروندے" کی حفاظت کے کام میں نر بھی اکثر مادہ کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکلنے کا زمانہ قریب آتا ہے تو وہ دونوں مل کر اپنے چھپے ہوئے خزانے یعنی اس ٹھکانے کو کھولتے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ جب بچے انڈے کھٹک

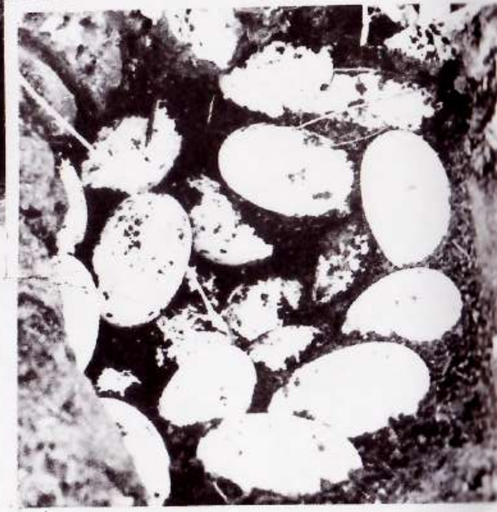


مگر۔ جفتی (mating) کرتے ہوئے۔ مگر مچھوں میں نر عام طور سے مادہ سے بڑا ہوتا ہے۔

کر باہر نکلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، تو انڈوں کے اندر ہی سے ،ارک، ،ارک، باریک کی آوازیں نکالتے ہیں اور فضا میں ننھے منے مگر مچھوں کے گنگنانے کی سی آوازیں ابھرنے لگتی ہیں، جنھیں ماں باپ قریب ہوں تو فوراً ہی سن لیتے ہیں۔ تب وہ دونوں کھود کر انڈے نکالتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو انہیں کچھ انڈوں سے بچے نکلے ہوئے اور کچھ سے نکلتے ہوئے ملتے ہیں۔ مگر مچھ کے مضبوط جبڑے چاہیں تو بھینسے تک کو جکڑ کر مار دیں، لیکن یہی مضبوط جبڑے بڑی نرمی سے ان ننھے منے مگر مچھوں کو اٹھا کر پانی تک لے جاتے ہیں جن انڈوں سے اس وقت تک بچے نہ نکلے ہوں انہیں مادہ مگر مچھ، منہ میں رکھ کر ہلکے سے دباتی ہے، انڈا ٹوٹتا ہے، اور بچہ ماں کے منہ میں جنم لیتا ہے !انسان صدیوں سے اس انوکھے اور قابل تعریف منظر کو دیکھتا آیا ہے اور مدتوں یہ سمجھتا رہا ہے کہ مگر مچھ نر اور مادہ اپنے بچوں کو کھاتے ہیں!

ننھے منے مگر مچھ ایک منڈلی سی بنالیتے ہیں، جسے پوڈ، کہتے ہیں اور وہ کئی مہینے تک ماں باپ میں سے ایک کے، یا ممکن ہو تو دونوں کے ساتھ ان کے چھتر چھایا میں رہتے ہیں،۔ لیکن یہ بچے 35 سینٹی میٹر (14) انچ لمبے ہو جائیں، تو پھر تو انہیں اکیلے ہی باہر کی دنیا، میں قدم رکھنا، تن تنہا دنیا کا مقابلہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ان کے دشمن بہت بہت ہیں۔ بڑی مچھلیوں سے لے کر مٹک مٹک کر چلنے والی بطخوں اور ان جیسے دوسرے پرندوں تک ، سانپوں سے لے کر پستان وار

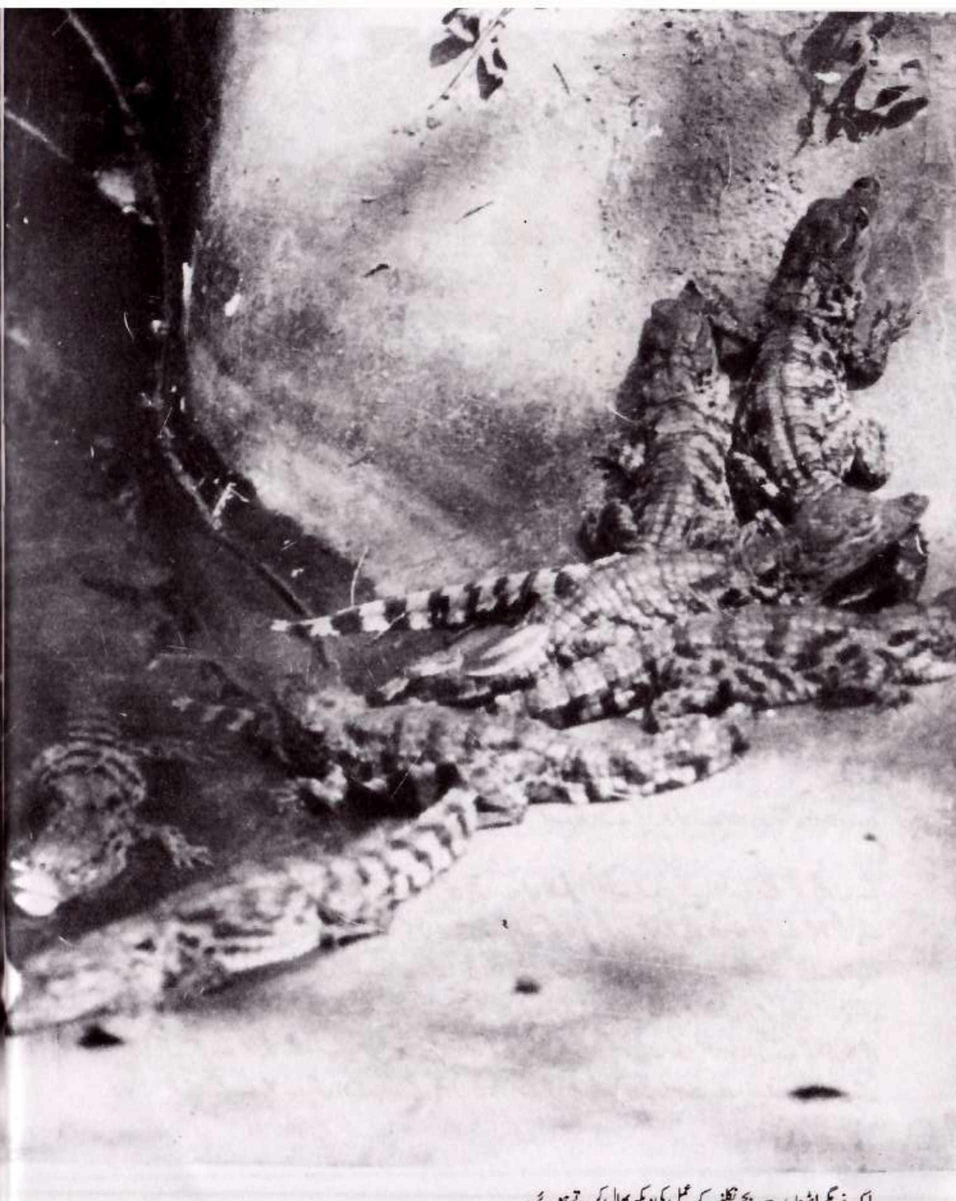




مگر کے گھروندے کھول کر لبوترے انڈوں کی نمائش کی جارہی ہے۔

جانوروں (mammals) تک، سب ہی ان کے دشمن ہیں۔ یہاں تک انڈا کھٹک کر باہر آنے والے ننھے مگر مچھوں کے جوان ہونے اور سن بلوغ تک پہنچنے کا امکان کم ہی ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر یہ ننھا مگر مچھ خدا خدا کر کے کم از کم ایک میٹر () تک لمبا ہو گیا ہے، تب اس کے لئے اپنے ان جنگلی دشمنوں سے جان بچانا ممکن ہو پاتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے تب، اس کا گوشت اور کھال حاصل کرنے کے لئے انسان اس کا شکار کرنا شروع کر دیتا ہے !ادھر کنواں ادھر کھائی !! دنیا میں کبھی بائیس قسم کے مگر مچھ تھے، اب یہ ان کی بد قسمتی سمجھئے کہ ان کھال اتنی خوبصورت ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اس کا شمار دنیا کی بہترین قسم کے چمڑے میں ہوتا ہے۔ مگر مچھوں کی فارمنگ اور مگر مچھ پالن کی صنعت سے، اور قدرتی ماحول میں

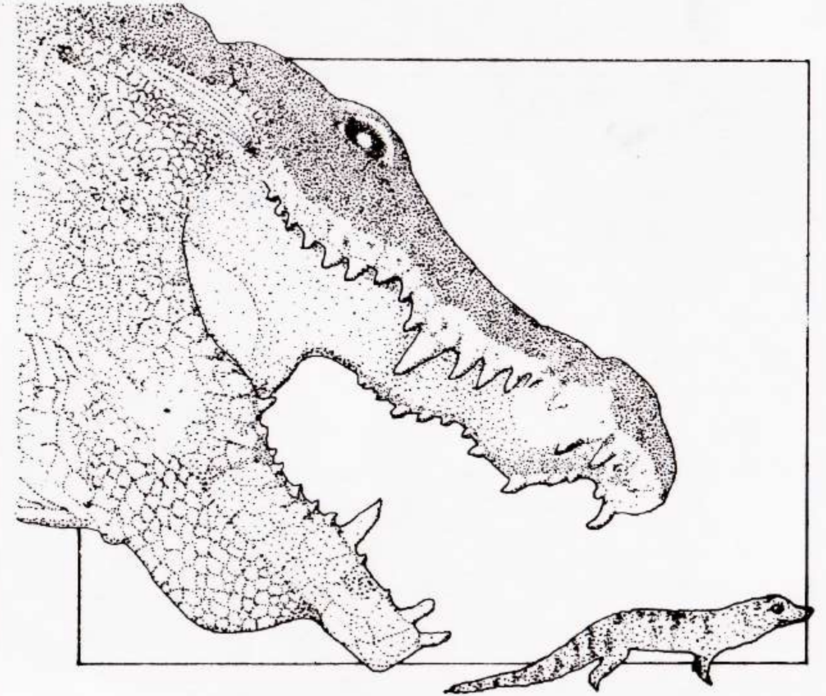




اس جانور کے فائدوں سے متعلق باب میں ہم اس مسئلے پر تفصیل سے بات کریں گے۔

ہم نے انڈے دینے سے پہلے، گھروندا بنانے اور انڈوں سے بچے نکلنے کے وقت تک ان ٹھکانوں کی حفاظت وغیرہ کرنے سے متعلق مگرمچھوں کی سرگرمیوں کے بارے میں آپ کو جو کچھ بتایا، وہ دنیا بھر میں مگرمچھوں کی زیادہ تر قسموں پر صادق نظر آتا ہے۔

ایک ننھا مگرمچھ ابھی انڈے سے باہر آیا ہے اور اب اس کے ماں باپ میں سے ایک بے حد احتیاط سے اسے اٹھا رہا ہے۔



کھارے پانی کے مگرمچھ

مگرمچھ پالنے والے اس مگرمچھ کو پیار سے کھارا یعنی نمکین کہتے ہیں۔ ہاں، تو یہ کھارا، مگرمچھوں کا راجہ، اور دنیا کا سب سے بڑا رینگنے والا جانور ہے۔ اس کی لمبائی بعض دفعہ سات میٹر (23 فیٹ) تک اور وزن تقریباً ایک ٹن تک پہنچ جاتا ہے۔ یعنی ہزار کلو سے بھی زیادہ۔ ڈائنا سور کے دور کے بعد سے لے کر آج تک کھارے، جتنے بڑے کسی رینگنے والے کیڑے نے ہماری زمین پر قدم نہیں رکھا ہو گا۔ ہم نے بیس بیس فٹ لمبے کھاروں، کا ذکر تو سنا تھا لیکن اتنے بڑے مگرمچھ کو دیکھنے اور ناپنے کا اتفاق پہلی مرتبہ پاپودا (نیو گنی) میں ہو۔ دیو جیسا یہ مگرمچھ ایک بوڑھا نر تھا جو بد قسمتی سے فلائی دریا میں مچھلی کے جال میں پھنسا اور گھٹ کر مر گیا۔ اگلے دن جب ہم وہاں پہنچے تو مقامی دیہاتی اس کی کھال اتارنے میں جٹے ہوئے تھے۔ اس کے معدے میں 40 کلو وزن کا ایک پورا کا پورا ہرن موجود تھا۔ اس مگرمچھ کی لمبائی 6.2 میٹر سے زیادہ یعنی 20 فٹ کے قریب تھی۔

ظاہر ہے بیس فٹا مگرمچھ تو ہرن اور دوسرے بڑے جنگلی جانوروں کو لقمہ بنائے گا ہی۔ لیکن درمیانی سائز کا، یعنی دس سے تیرہ فٹ یا چار میٹر لمبائی والا کھارا، عام طور پر کیکڑے، مچھلی، مینڈک اور دوسرے چھوٹے شکاروں پر گزر کرتا ہے۔ ظاہر ہے باقی سب مگرمچھوں کی طرح اسے بھی اپنے شکار پکڑنے کے لئے بہت چالاکی، اور بے حد خاموشی اور احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ وہ چھپے رہتے ہیں، اور دبے پاوں، رینگتے ہوئے، چپکے چپکے اپنے شکار کی طرف کھسکتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ قریب پہنچتے ہی، وہ اپنے اندر چھپی ہوئی بلا کی چستی اور رفتار کو کام میں لا کر بجلی کی سی تیزی سے آخری وار کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ ایک، کھارا، بے حد آہستہ آہستہ اپنے تالاب کے کنارے کی طرف کھسک رہا ہے۔ ذرا سی ہی دیر میں ہم نے تاڑ لیا کہ حضرت کسی چکر میں ہیں۔ اس نے اپنے بدن کو کمان کی طرح موڑا، اور مچھلیوں کے ایک پورے جتھے کو اپنے اس کمان کی طرح مڑے ہوئے بدن اور تالاب کے کنارے کے درمیان، گویا قید سا کر لیا۔ جیسے جیسے مگرمچھ کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا، اور درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا ویسے ویسے مچھلیاں بے قراری سے اچھل کود کر رہی تھیں۔ کچھ تو اچھل کر کنارے پر جا گریں، کچھ مگرمچھ کی پیٹھ پر گریں اور تیزی سے اچھل کر آزادی حاصل کر لی۔ لیکن اس کے باوجود کھارے، نے کئی مچھلیاں دبوچ ہی لیں۔ اور کچھ تو بے چاری تیرتی ہوئی سیدھے اس کے ادھ کھلے جبڑے ہی میں گھس کر اس کا نوالہ بن گئیں۔ ہم نے، کھاروں، کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں سنی ہیں کہ وہ اپنے شکار کے انتظار میں کئی کئی دن دریا یا تالاب کے اس گوشے کے قریب دبکا رہتا ہے جہاں مختلف جانور پانی پینے آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مگرمچھوں میں سوچنے سمجھنے اور شکار کو پھانسنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈ نکالنے کی صلاحیت

ہوتی ہے۔

کھارے پانی کے مگر مچھ ہندوستان سے لے کر مشرق میں آسٹریلیا تک پائے جاتے ہیں دنیا کے سارے مگر مچھوں میں سے صرف اس مگر مچھ کے بارے میں اور دریائے نیل کے مگر مچھوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کبھی کبھی آدم خور ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے یہ سچ ہے کہ بعض بڑے مگر مچھوں کے دل سے انسان کا ڈر نکل جاتا ہے اور وہ انسانوں اور ڈھور ڈنگروں پر حملہ کرنے لگتا ہے۔

انڈونیشیا کے قیام کے دوران روم نے ساوا اریماگاوں کے کچھ ایسے لوگوں سے انٹرویو کیا تھا جنہوں نے مگر مچھ کے ہاتھوں انسان کے مارے جانے کے تقریباً درجن بھر واقعات خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ یوں تو اس علاقے میں، کھارے، بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن اس قسم کی حرکتیں صرف ایک مگر مچھ کر رہا تھا۔ بعد میں وہ جال میں پھنس گیا، اور اسے گولی ماردی گئی۔ لیکن مقامی لوگوں کو تو یقین تھا کہ وہ دراصل ایک ایسے دیہاتی کی روح تھی جو مدت پہلے ختم ہو چکا تھا۔

، کھارے، مگر مچھ کھارے پانی کی دلدلوں میں ملتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب یہ ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں بھی عام تھے۔ لیکن اب یہ ہندوستان میں صرف تین جگہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی جزائر انڈمان اور نکوبار، میں، اور مغربی بنگال اور اڑیسہ کے نیگرو دلدلوں میں۔ ان علاقوں میں انسانوں پر حملے کے واقعات بہت کم ہوئے ہوں گے۔ ہاتھیوں اور شیروں کے علاقوں کی طرح مگر مچھوں کے علاقوں کے رہنے والے بھی اپنے آپ کو خطروں سے بچائے رکھنے کا ہنر سیکھ لیتے ہیں۔ آسٹریلیا میں تو ہزاروں سیاح ان دریاوں پر جاتے ہیں، جن میں بڑے بڑے، کھارے، بہت بڑی تعداد میں رہتے ہیں، اور وہاں کے اولین باسی، یعنی اب اور یجن (aborigins) قبائلی تو ہزاروں سال سے ان کے ساتھ رہتے آئے ہیں۔

کھاروں، کے ملن اور جنسی ملاپ (malting) کا طریقہ بھی بڑی حد تک دوسرے مگر مچھوں جیسا ہی ہے لیکن مگر مچھ کے مقابلے میں، انہیں مخصوص علاقے کا احساس اور شعور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مباشرت (malting) کے دنوں میں چھوٹے نر مگر مچھوں کو بڑی عمر اور سائز کے مگر مچھوں سے دور ہی دور رہنا پڑتا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ مفت میں مارے جائیں!

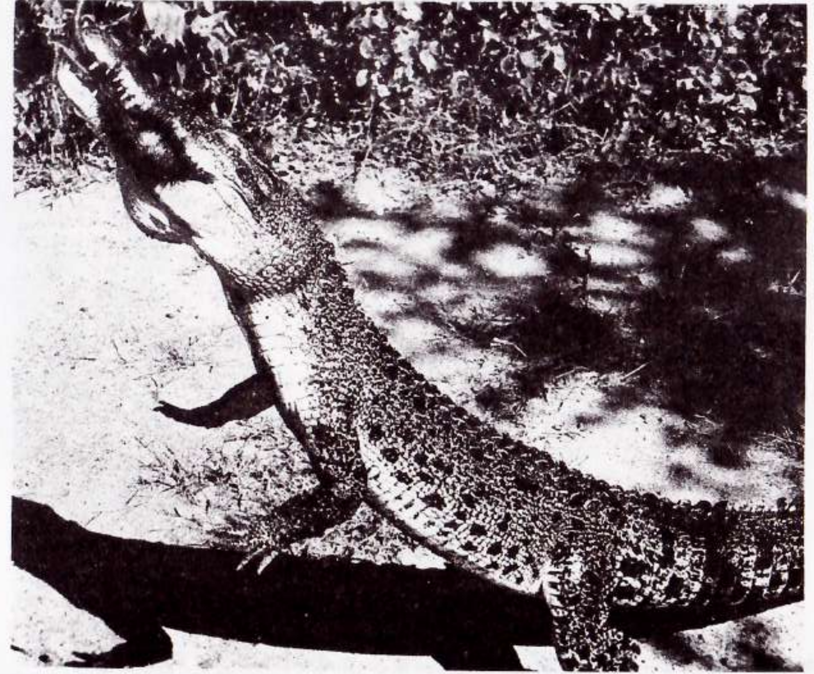
سب سے بڑا فرق ان کے ٹھکانے، کا ہوتا ہے کھارے پانی کے مگر مچھ کی مادہ ٹھکانے کے لئے پتیوں اور چھیو ں کی مدد سے بہت بڑا سا اور نہایت نفیس ٹیلہ بناتی ہے۔ پھر اس ٹیلے کی چوٹی میں ایک بڑا سوراخ کھودتی ہے، اور اس میں 50 سے 80 تک انڈے دیتی ہے۔ اگر اس کا یہ ٹھکانہ پانی کے قریب ہی ہو تو وہ دریا یا تالاب کے قریب ترین نالے یا

→ کھارے پانی کے مگر مچھ کی یہ کھوپڑی غالباً دنیا بھر میں سب سے بڑی ہو گی۔ کہتے ہیں یہ مگر مچھ چھ میٹر لمبا تھا



کھاڑی میں رہ کر اس کی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن، کھارا، مگر مچھ عام طور پر اپنا یہ ٹھکانہ، چمرنگ کے جنگل کے سرے پر بناتا ہے، جہاں میٹھے پانی کی دلدل سمندر کے مدوجزر والے دلدلی علاقے سے مل جاتی ہے۔ اس لئے وہاں اکثر اس قسم کی مناسب کھاڑی یا نالہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں مادہ اپنے لئے گڑھا سا کھود لیتی ہے، جس میں ظاہر ہے، پانی بھر جاتا ہے۔ اور مادہ مگر مچھ، اپنے انڈوں کی حفاظت کرنے کے لئے اس گڑھے میں پڑی رہتی ہے۔ ہم نے تو اپنے تجربے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ اور سیکھ لی ہے کہ انڈوں یا بچوں کی حفاظت کرتی ہوئی مادہ مگر مچھ سے کسی قیمت پر ٹکر نہ لو!

کھارے پانی کا مگر مچھ شکار کو پکڑنے کے لئے کافی اوپر تک اچھل سکتا ہے۔



بلکہ اسے پوری عزت اور مان دو۔ مدراس کے کروکوڈائیل بنک میں سے مگر مچھوں کے انڈوں سے لیبارٹری میں بچے نکالنے کی خاطر، ہم مگر مچھوں کے، ٹھکانوں، سے انڈے نکالتے ہیں۔ کیا قیامت کا منظر ہوتا ہے! بجار لڑانے والے، موٹر سائیکل ریس کرنے والے، یا ان جیسے دوسرے جان ہتھیلی پر رکھنے والے نڈر سورما تو شاید بہت لطف اٹھائیں۔

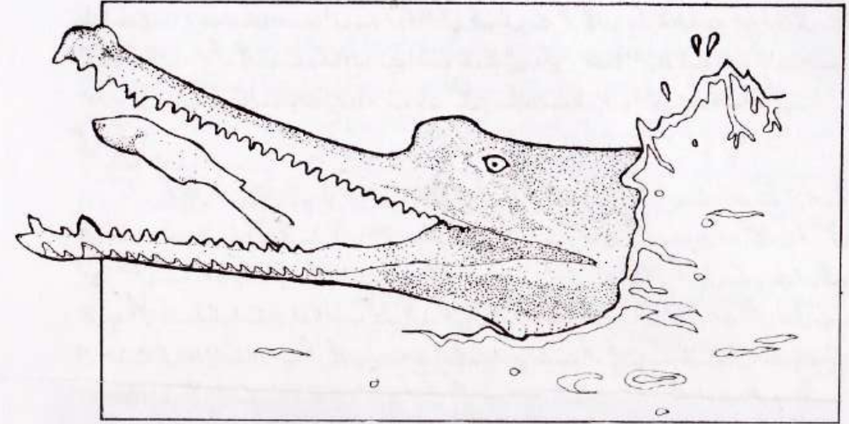
گھڑیال

گھڑیال کو دیکھتے ہی آپ کی نظر اس کی انتہائی لمبی تھوتھنی پر اٹک جائے گی مگر اس کے دانت کتنے تیز ہوتے ہیں! واہ ، قدرت نے مچھلی پکڑنے کا کیسا بہترین آلہ بنایا ہے! ذرا اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے پانی کو دھکیلنے کی کوشش کرو۔ مشکل ہے نا؟ اور اب ذرا ایک چھڑی سے پانی کو دھکیلو اب تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ گھڑیال کے یہ لمبے اور تنگ جبڑے مچھلی پکڑنے میں اتنے ماہر اور کامیاب کیوں ہیں۔ گھڑیال کا بدن بہت ہموار اور تراش خراش بہت نفیس ہوتی ہے۔ اس معاملے میں وہ دنیا کے اور سب مگر مچھوں سے بہت آگے ہے اور یہ سارے مگر مچھوں کے مقابلے میں بہت زیادہ آبی (a cqnqtic) یعنی پانی کے رسیا ہوتے ہیں۔ بہت کم کبھی کبھی پانی سے باہر آتے ہیں۔ یوں سمجھو صرف دھوپ سینکنے اور انڈے دینے کے لئے پانی سے نکلتے ہیں۔ اور یہ مگر کی طرح زمین پر چلتے بھی نہیں ہیں۔ یہ تو اپنی ساری زندگی شمالی ہندوستان کے پاٹ دار گہرے دریاؤں میں گزار دیتے ہیں۔

کوربٹ نیشنل پارک کی رام گنگا ندی کے صاف پانی میں پڑے ہوئے گھڑیال کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ ایک مچھلی تیرتی ہوئی، پانی کی تہہ میں پڑے ہوئے، اس بالکل بے حس و حرکت ہیولے کے قریب سے گزرتی ہے، اور وہ اچانک پلٹ کر، بجلی کی سی سرعت سے اسے پکڑ لیتا ہے۔ کروکوڈائیل بنک میں ہم روزانہ گھڑیال کو کھانا ملتے دیکھا کرتے تھے۔ بھئی مان گئے، کیا ہاتھ کی صفائی تھی! بلا کی تیزی اور نشانہ بالکل صحیح! ہم نے بھئی کئی دفعہ ان کی طرف مچھلیاں پھینکیں۔ یا تو بیچ ہوا میں پکڑ لیتے ہیں یا، ادھر مچھلی گر کر اچھلی ادھر انہوں نے پکڑا۔ چھوٹے گھڑیال تو کبھی کبھی بڑی سی مچھلی پکڑ کر دوڑتے ہوئے سیدھے تالاب سے باہر نکل آتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ جانتے ہیں کہ اتنی بڑی مچھلی کو پکڑے رہنا آسان نہیں ہے۔

مگر کی طرح گھڑیال کی افزائش نسل کا زمانہ بھی سردیوں میں ہوتا ہے۔ دس بارہ سال کی عمر میں یعنی بالغ ہونے پر گھڑیال کی تھوتھنی پر ایک بڑا سا گومڑ لیا مسا سا نکل آتا ہے جسے گھڑا کہتے ہیں۔ مگر مچھوں کی یہ واحد قسم ہے جس میں نر اور مادہ کی شکلوں میں فرق ہوتا ہے۔

یہ گھڑا گھڑیال کے نتھنوں کے ٹھیک اوپر ہوتا ہے 'اور جب گھڑیال دوسرے تمام مگر مچھوں کی طرح سی سی کرتا ہے تو اس کے سیانے کی آواز گھڑے کی وجہ سے بہت اونچی ہو کر تیز بھنبھناہٹ جیسی ہو جاتی ہے۔ اس سے شاید



گھڑیال کے تنگ جبڑے مچھلی پکڑنے کے لئے بہترین ہوتے ہیں۔ اور مچھلی تو گھڑیال کی خاص غذا ہے۔

دوہرا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک طرف تو مادہ نر کی طرف کھنچتی ہے دوسری طرف اس علاقے کے باقی سب نر بھی سمجھ جاتے ہیں کہ ان کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ اس علاقے سے دور ہی دور رہیں۔۔ گھڑیال عام طور پر بہت شریف جانور ہے ' لیکن میٹنگ (Mating) کے زمانے میں نر گھڑیالوں میں آپس میں زبردست جنگ ہو سکتی ہے ' اور انڈوں کی حفاظت کے دوران مادہ گھڑیال بہت خطرناک ہو جاتی ہیں۔

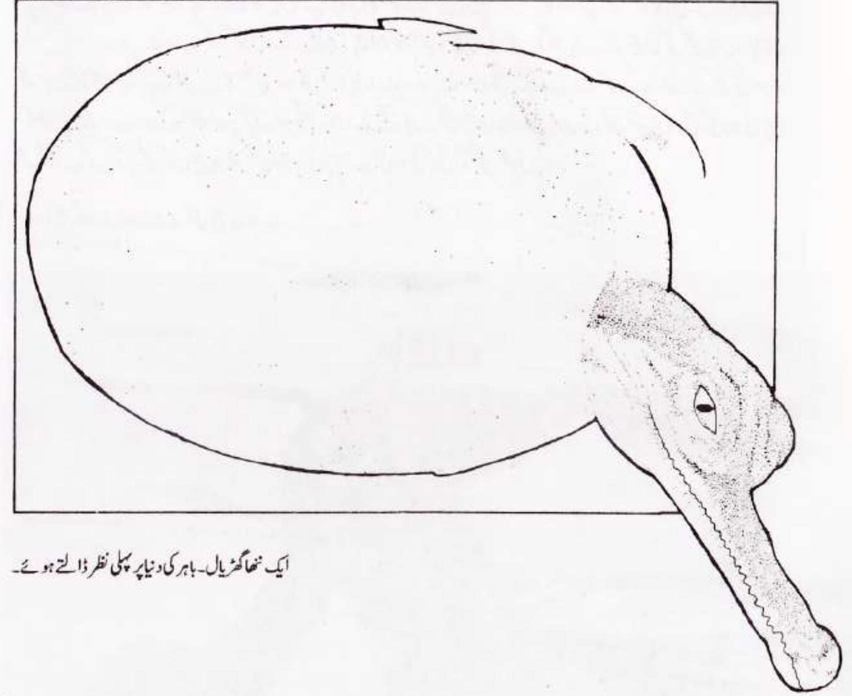
مادہ گھڑیال اپریل یا مارچ میں شمال کے بڑے دریاؤں کے گارے مٹی اور ریت سے بنے ہوئے بلند کناروں پر چالیس سے اسی تک انڈے دیتی ہے۔ ان دریاؤں میں ہمالیہ کی بلندیوں سے بہہ کر آنے والے دریاؤں اور گنگا جمنا کے بہت سے معاون ' اڑیسہ کا دریا مہاندی ' اور مدھیہ پردیش اور راجستھان میں بہنے والا دریائے چمبل شامل ہیں۔ گھڑیال کے انڈے تقریباً ستر دن تک ریت میں پکتے رہتے ہیں۔ اور جب انڈوں میں بچے پوری طرح تیار ہو جاتے ہیں تو انڈوں کے اندر ہی سے آواز دیتے ہیں جسے سن کر مادہ گھڑیال سمجھ جاتی ہے کے اب انڈوں کو کھود کر باہر نکالنے کا وقت آ گیا ہے۔ آج تک کسی انسان نے نہیں دیکھا کہ تیز دانتوں والے یہ گھڑیال اپنے ان مضبوط اور خطرناک جبڑوں سے اپنے بچوں کو

کیسے اٹھاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مادہ گھڑیال اپنے بچوں کو اٹھاتے بھی ہیں یا نہیں! ہنکا کر دریا کے محفوظ پانی میں پہنچاتی ہو۔

دوسرے سب مگرمچھوں کے نئے نویلے اور نوزائیدہ بچوں کی طرح گھڑیال کے بچوں کو بھی اس دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنا پیٹ بھرنے کا جتن خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ وہ پہلے دن ہی سے دریا کے کنارے کنارے تیرتی ہوئی مچھلیوں کے بڑے بڑے جتھوں پر لپک کر مچھلی پکڑنے لگتے ہیں۔ ان ننھے منے گھڑیالوں کی تھوتھنیاں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ لگتا ہے کہ یا تو یہ کارٹون ہیں یا پھر کسی دوسری دنیا سے آئی ہوئی کوئی انوکھی مخلوق!

ایک بالغ نر گھڑیال ایک بڑی سی مچھلی پکڑتے ہوئے۔





ایک ننھا گھڑیال۔ باہر کی دنیا پر پہلی نظر ڈالتے ہوئے۔

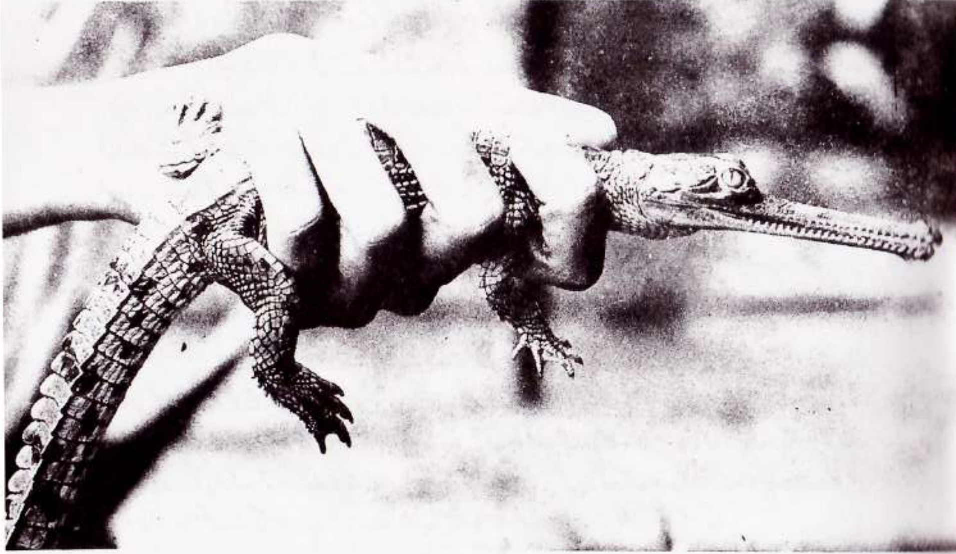
پروجیکٹ کروکوڈائیل

جب ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ نے ہندوستان کے تیزی سے گھٹتے ہوئے نادر شیروں کو بچانے کے لئے ایک لاکھ ڈالر کا چندہ دیا تو پروجیکٹ ٹائیگر کا نام بہتوں نے سنا۔ 1975 میں اقوام متحدہ کی خوراک اور زراعت تنظیم نے ہندوستان میں پائے جانے والے تین قسم کے مگر مچھوں کی نسلوں کو معدوم ہونے سے بچانے کے لئے ہندوستان کی مدد کی خاطر کروکوڈائیل پروجیکٹ شروع کیا۔

اس صدی کے آٹھویں دہائی کے اولین برسوں میں ہم نے پہلے شمالی ہندوستان میں اور پھر نیپال اور بنگلہ دیش میں مگر مچھوں کے لئے کئی سروے کئے۔ آج دنیا بھر میں کل ملا کر دو سرے بھی کم جنگلی گھڑیال زندہ ہونگے۔ مگر کی صورت حال کچھ بہتر تھی۔ کل ملا کر تقریباً دو تین ہزار مگر ہندوستان کے مختلف حصوں میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ شری لنکا میں بھی یہ کافی تعداد میں باقی تھے۔ ہم نے مگر مچھوں کے ٹھکانوں اور بستیوں کو قریب سے دیکھنے کے لئے چالیس دن تک موٹر سائیکل سے شری لنکا کا دورہ کیا۔ کھارے پانی کے مگر مچھ کی حالت خراب تھی۔ ہندوستان بھر میں وہ سب ملا کر صرف چند سو رہ گئے تھے اور ان کی بستیاں تیزی سے گھٹ رہی تھیں۔

مگر مچھوں کی کھال حاصل کرنے کے لئے انھیں ہزاروں کی تعداد میں مارا گیا ہے۔ قبائلی اور دوسرے باشندے ان کے انڈے اکٹھا کر کے کھاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بند باندھنے کے پروجیکٹوں اور جنگلوں کی کٹائی کی

یہ ننھا منا گھڑیال اتنا چھوٹا ہے کہ چاہو تو مٹھی میں بھر لو۔



مگر مچھوں اور گھڑیالوں کی لاجواب کھال کے لالچ میں انسان نے اتنے بڑے پیمانے پر اس مخلوق کا شکار کیا ہے کہ یہ دنیا کے زیادہ تر علاقوں میں کمیاب ہو گئے ہیں۔



وجہ سے بھی ان کے پسندیدہ علاقوں کا رنگ روپ اتنی تیزی سے بدل رہا تھا کہ خطرہ رہ یہ تھا کہ ان علاقوں میں مگر مچھ سرے سے ہی ختم ہی نہ ہو جائیں۔

لیکن مگر مچھوں کو بچانے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ بھئی بات یہ ہے کہ مگر مچھ لاجواب شکاری بھی ہے اور خاکروب بھی ہے۔ اس لئے پانی کے ذخیروں کو مستقل صاف کرتا رہتا ہے۔ اور پھر یہ جن جانوروں کو کھاتے ہیں ان کی نسلوں کو بہتر سے بہتر بنانے کا ٹھیکہ بھی لے لیتے ہیں۔ وہ کیسے ؟ وہ ایسے کے یہ جانور عام طور پر بیمار اور زخمی جانوروں کو نوالہ بناتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر ایک طرف جنگل کا راجہ شیر ہے تو دوسری طرف دریاوں جھیلوں اور دلدلوں کے باسیوں کا مگر مچھ سر دار ہے۔ ان کے بغیر تو ہمارے قدرتی ماحول کا توازن ہی بگڑ جائے گا۔ اور اس کا معیار بھی گر جائے گا۔ مثلاً اگر پانی کے ذخیروں میں رہنے والے تمام مگر مچھوں کو مار دیا جائے تو تجارتی پیمانے پر سیم اور تیلا پیا اور مچھلی پکڑنے والے مچھیروں کے لئے تباہی لانے والی گر یہ ماہی عذاب بن جائے گی۔ کوئمبتور کے قریب امراوتی ریزوائر میں مگر کی آبادی بہت اچھی اور نسل بہت صحت مند ہے۔ یقین مانئے تجارتی پیمانے پر جتنی مچھلی وہاں پکڑی جاتی ہے 'ملک بھر میں اور کہیں نہیں پکڑی جاتی۔ جو لوگ اب تک مگر مچھوں کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکے ہیں انھیں اس بات سے سبق لینا چاہئے۔

"پروجیکٹ کروکوڈائل" کے سلسلے میں کام کرنے والے ماہرین مگر مچھوں کے انڈے جمع کر کے انھیں بہت احتیاط اور ہوشیاری سے محفوظ رکھا اور مصنوعی حرارت مہیا کر کے ان انڈوں سے بچے نکالے گئے۔ انڈوں سے نکلنے والے ان ننھے منے مگر مچھوں کا دو تین سال پالن پوشن کیا، اس کے بعد انہیں پوری طرح، محفوظ قدرتی علاقوں میں رکھا گیا، اور اب دس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد انہیں پوری طرح محفوظ قدرتی ماحول میں ان کے اصلی ٹھکانوں میں چھوڑ دیا گیا ہے، اور ان میں سے اکثر نے نسل بڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ظاہر ہے انہیں ہندوستان کے ہر اس علاقے میں چھوڑنا تو ممکن نہیں تھا، جہاں وہ پہلے پائے جاتے تھے۔ دراصل ہندوستان میں انسانی آبادی اس تیزی سے بڑھی ہے کہ بہت سے ایسے علاقے جو کل تک کھلے جنگل تھے، اب بالکل بدل چکے ہیں۔

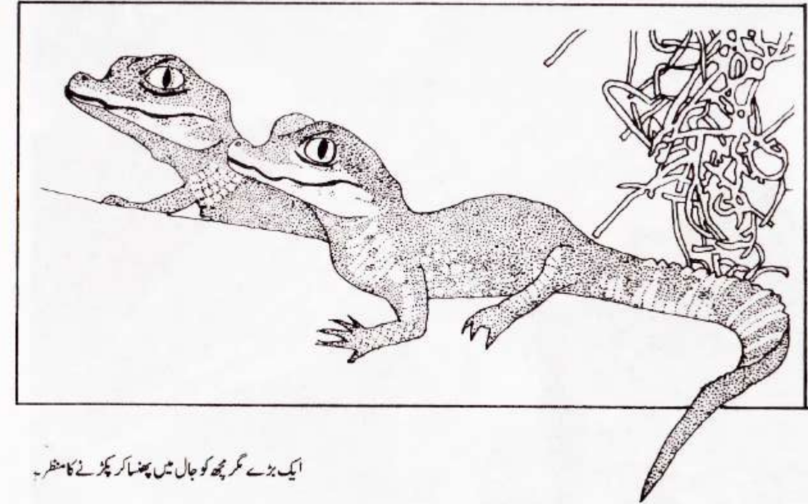
آج مگر آبادی تامل ناڈو کے امراوتی ریزروایئر میں، گجرات کی گیر لائن سنکچری کی ہیرن لیک میں راجستھان کی رن تھمبور ٹائگر سنکچری میں اور متعدد دوسری جگھوں نظر آتے ہیں، کھارے، کا بہترین جلوہ دیکھنا ہو تو سردیوں کے موسم میں اڑیسہ کی بھتیار کیکا سنکچری اور جزائر انڈمان کے بعض علاقوں میں دیکھئے۔ اور گھڑیال کی بستیاں دیکھنے کے لئے چمبل ریور نیشنل پارک، اڑیسہ کے مہاندی دریا اور نیپال کے چیتاون نیشنل پارک میں جایئے۔ یقین مانو ایک بڑے نر مگر مچھ کو بڑا سا جبڑا کھولے صبح سویرے آرام سے دھوپ سینکنے کا منظر ایسا ہوتا ہے کہ بھلائے نہ بھولے۔

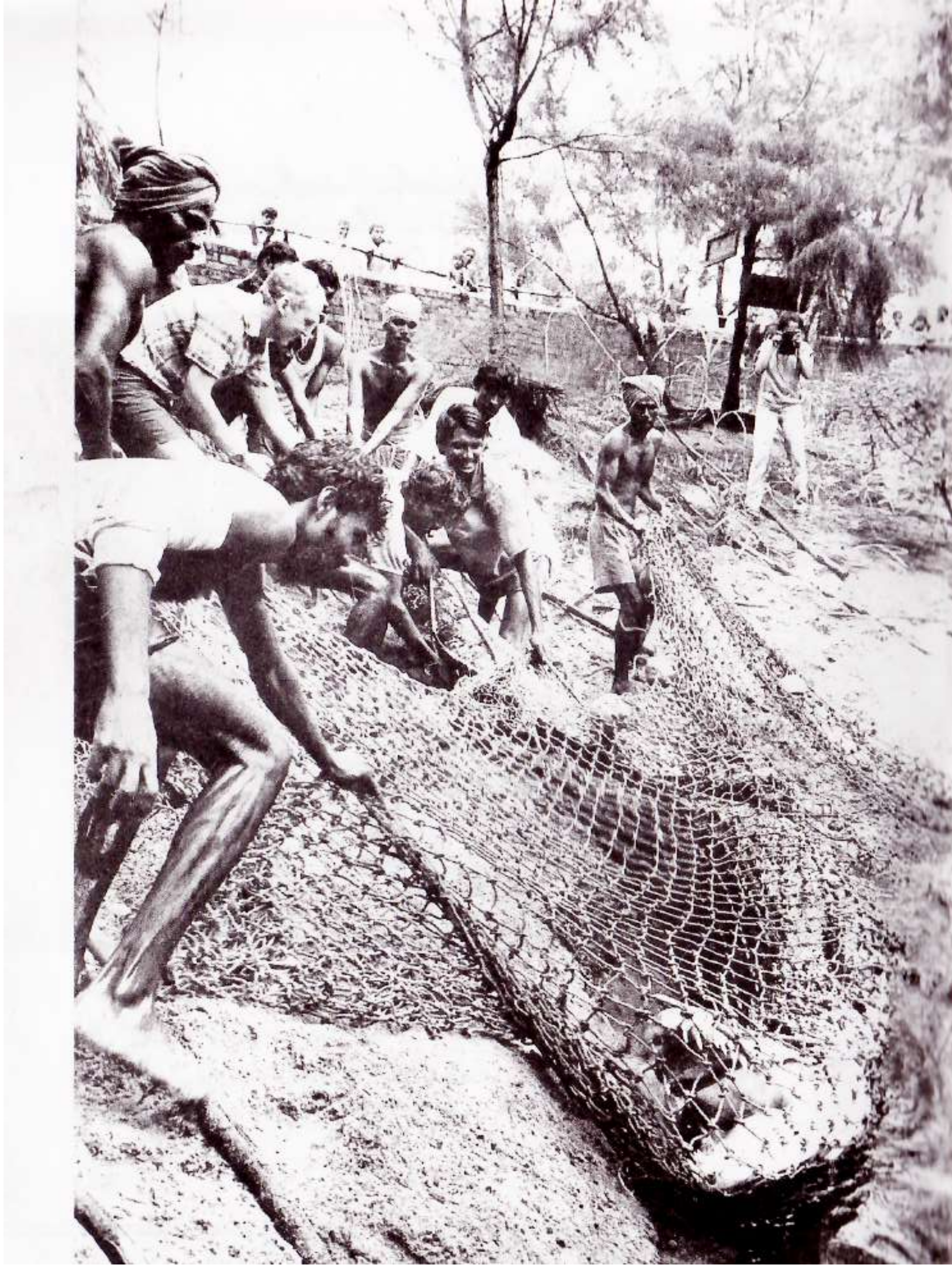
مگر مچھوں کا مطالعہ

اس بات کا سروے کرنے کے علاوہ کہ مگر مچھوں کے قدرتی علاقوں میں اب کتنے اور کس قسم کے مگر مچھ باقی ہیں مگر مچھوں کے مختلف سرکاری فارموں اور مدراس کروکوڈائیل بنک میں اس دیو پیکر آبی جانور کی عادتوں اور خصوصیات کے مطالعہ کا کام بھی بڑے پیمانے پر جاری ہے۔

ہم اسمتھونین، انسٹی ٹیوشن اور نیشنل جیوگریفک سوسائٹی کی مدد سے 1985ء سے مدراس کروکوڈائیل بنک میں تحقیق اور ریسرچ کا کام کر رہے ہیں۔ اس ریسرچ کی مدد سے سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ کچھوؤں کی طرح مگر مچھوں کے انڈوں میں پنپنے والے ننھے مگر مچھوں کی جنس کا دارومدار بھی اس درجہ حرارت پر ہوتا ہے

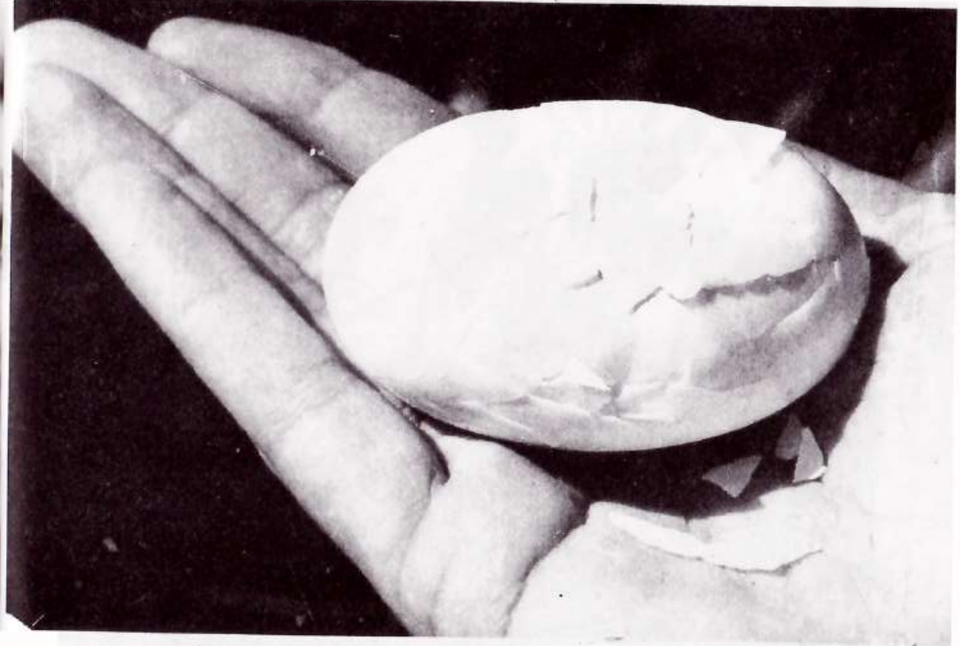
یہ ہیں جنوبی امریکہ کے عینک والے کیمان نامی مگر مچھ۔۔ بڑے ہونے تک ان کی آنکھوں کے اوپر خاص قسم کے ابھار سے نکل آئیں گے جبھی تو انھیں عینک والے کہا جاتا ہے۔





ایک بڑے مگر مچھ کو جال میں پھنسا کر پکڑنے کا منظر۔

جس میں یہ انڈا تیار ہو رہا ہو۔ لیکن یہاں حساب کچھوؤں سے بالکل الٹا ہے، اگر انڈوں کو 28 سے 31 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں تیار کیا جائے گا تو ان میں سے نکلنے والے سب مگرمچھ مادہ ہوں گے، اور انڈوں سے بچے نکلنے میں تقریباً سو دن لگ جائیں گے، اور اگر انڈوں کو 32.5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں رکھا جائے تو بچے صرف چونسٹھ 64 دن میں



مگرمچھ کے اس انڈے سے کسی بھی لمحہ بچہ نکلنے والا ہے۔

نکل آئیں گے اور سب کے سب نر ہوں گے۔ اگر درجہ حرارت 32.5 سے 33 ڈگری سینٹی گریڈ رکھا جائے تو پیدا ہونے والے بچوں میں نر اور مادہ دونوں ہوں گے۔ پستان دار جانوروں (mammals) اور پرندوں کے بچوں کی جنس کا تعلق نسلیات (genelic) سے ہوتا ہے۔

مگرمچھوں کی خوراک بیماریوں اور عادتوں کے سلسلے میں بہت کچھ چھان بین کی گئی ہے اور اس سلسلے میں بھی مطالعہ کیا گیا ہے کہ عمر کے ساتھ ساتھ ان پر درجہ حرارت کا اثر پڑتا ہے نشو نما سے متعلق تجربوں اور مطالعوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مگرمچھ ڈیڑھ سال کے اندر اندر ایک میٹر تک لمبا ہو سکتا ہے۔



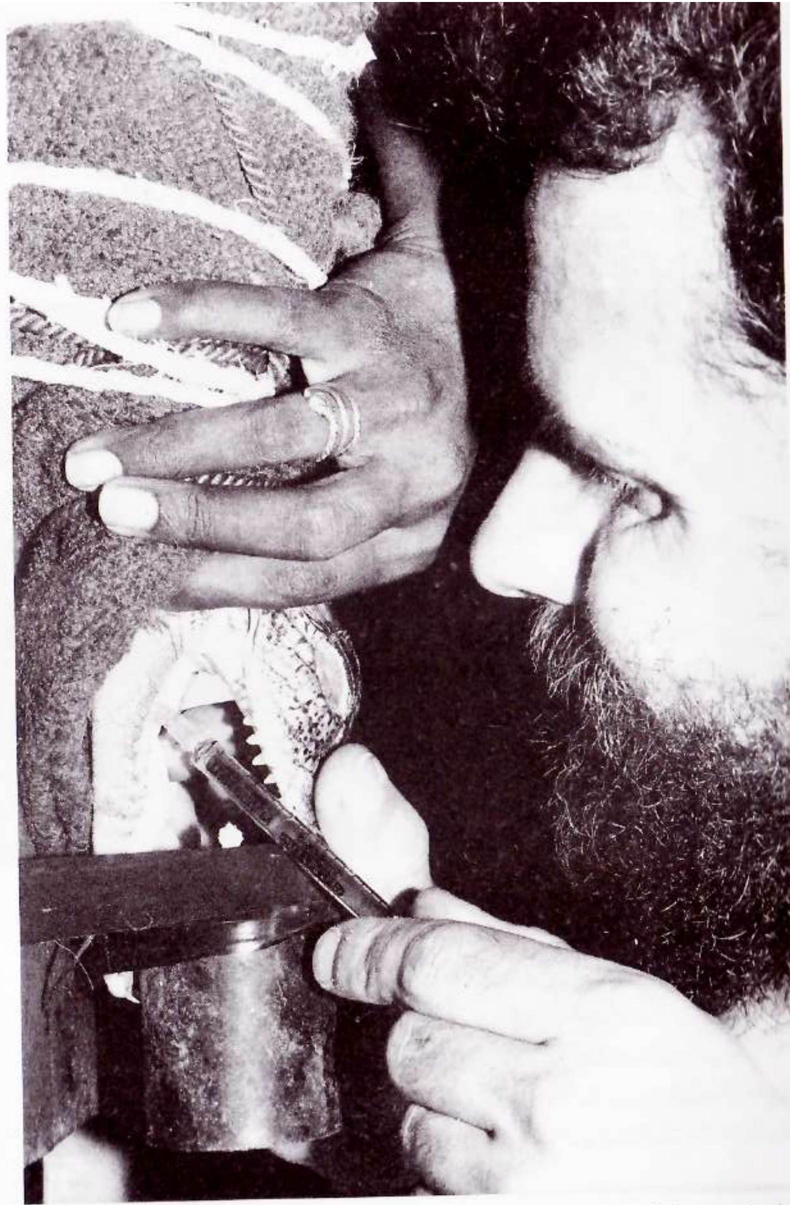
مگرمچھ کا یہ بچہ انڈے کھٹک کر باہر نکل رہا ہے۔

مگرمچھ فارمنگ

ہم سب جانتے ہیں کہ انسان نے پچھلی صدیوں میں کئی قسم کے پستان دار جانداروں (mammals) اور



مگر دو سال میں ڈیڑھ میٹر تک لمبا ہو سکتا ہے۔



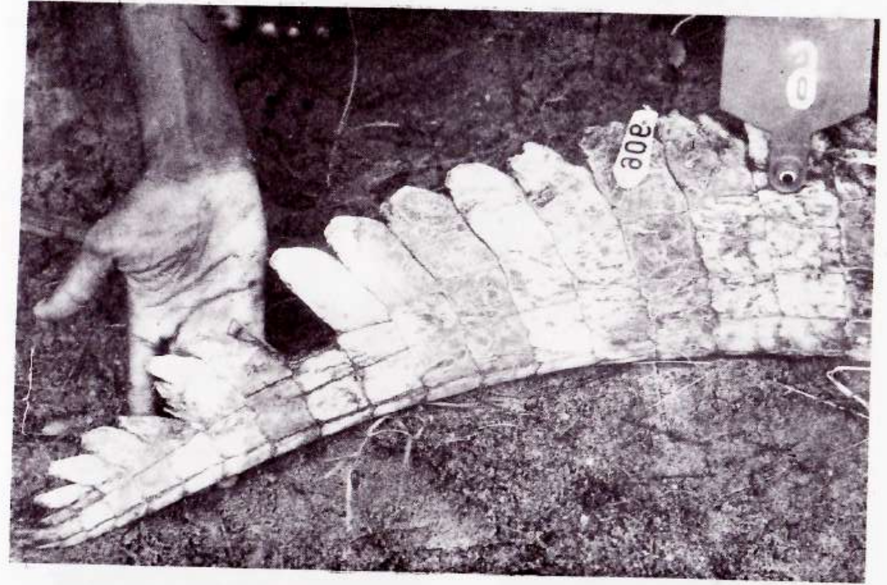
مگر مچھوں کی پہچان بین۔ مگر کی زبان پر پائے جانے والے نمک کے غدود کا معائنہ ہو رہا ہے۔

پرندوں کو سدھا کر اور پالتو جانور بنا کر ان کی ایسی ایسی قسمیں تیار کرلی ہیں جو بہت کار آمد ہیں۔ مثلاً نشو نما پانے والے چوزوں، یا کتوں کی ایسی نت نئی قسمیں جنہیں انسان مختلف کاموں کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور اب اسنے رینگنے والے ایک جانور کو بھی سدھا کر پالتو بنالیا ہے۔ یعنی مگر مچھ کو۔ بہت سے ملکوں میں خاص کر آسٹریلیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہزاروں ہزار کسان مگر مچھ اور گھڑیالوں کی فارمنگ کرتے ہیں۔ قیمتی کھال اور لذیذ گوشت حاصل کر سکیں۔ چین اور امریکہ میں پائے جانے والے گھڑیال کا رنگ گہرا کالا ہوتا ہے۔ ان کی کھال پر ہلکے رنگ کے نشان



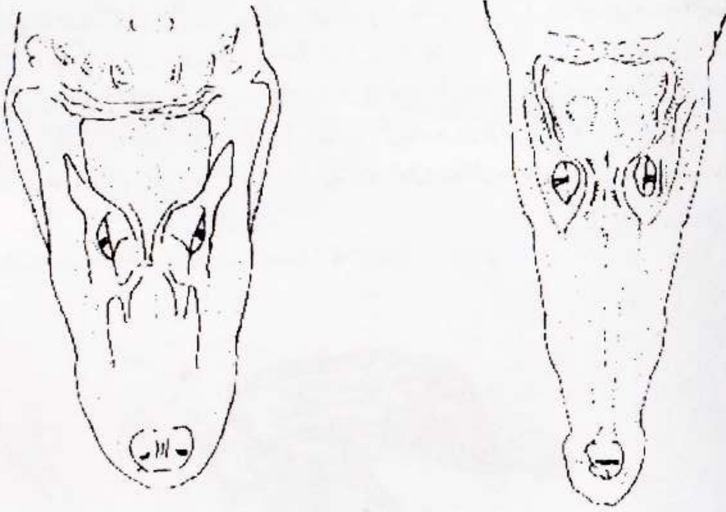
ایک مردہ مگر۔ یہ شاید کسی بڑے مگر کے ہاتھوں ختم ہوا ہے۔

سے ہوتے ہیں ،اوران کی تھوتھنیاں بہت چوڑی ہوتی ہیں۔ گھڑیال کے دانت اس کے جبڑے میں بنے ہوئے خانوں میں سماجاتے ہیں، تبھی توان پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ مگرمچھ عام طور پر گرم سیر علاقوں میں ملتا ہے۔اس کی تھوتھنی مقابلتاً



ایک مگرمچھ کی دم۔اس پر چپکی ہوئی پرچی کی مدد سے بعد میں اسے پہچاننا ممکن ہو سکے گا۔

تنگ ہوتی ہے ، رنگ ہلکا،اور کھال پر پڑے ہوئے نشان گہرے رنگ کے ہوتے ہیں،اوراوپراور نیچے کے ان گنت دانت ایک دوسرے پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔اسی لئے تووہ ہمیشہ ایسے لگتے ہیں، جیسے کوئی دانت نکوسے مسکرارہاہو۔ مگرمچھ اور گھڑیال تواب کئی پشتوں سے انسان کی لگائی ہوئی بندشوں اور حدود میں رہ کر ترقی کر رہے ہیں اور بڑی حد تک سدھ کرپالتو ہو چکے ہیں۔ان جانوروں کو مارنے سے دل تو بہت دکھتا ہے لیکن کیا کریں، سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان کی نسل کو بچانے کے لئے انہیں مارنا ضروری ہے !کیا مطلب ؟!بات یہ ہے کہ جیسا ہم آپ سب ہی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں اور



ایلی گیٹر یا گھڑیال کی چوڑی تھوتھنی کھارے پانی کے مگرمچھ کی نوکیلی تھوتھنی کے مقابلے میں۔

منطقہ حارہ کے دوسرے گرم ممالک میں انسانی آبادی بے حد تیزی سے ترقی کر رہی ہے،اس لئے ان علاقوں کے جنگلی جانوروں کو اپنی بقا کے لئے بہت مشکلیں اٹھانا پڑ رہی ہیں ،اور آئندہ بھی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔یوں سمجھئے کہ جانوروں کی ایک نہ ایک قسم توہر سال ہی ختم ہو جاتی ہے ،اب ایسے میں مگرمچھوں کے جیسے جانوروں کی بقا تواور بھی مشکل ہے۔جن سے انسان ڈرتا بھی ہے، گھن بھی کھاتا ہے اور ناپسند بھی کرتا ہے۔اس جانور کی بقا کے لئے انسان کو یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ یہ جانور خود انسان کے لئے کتنا کارآمد ہے۔



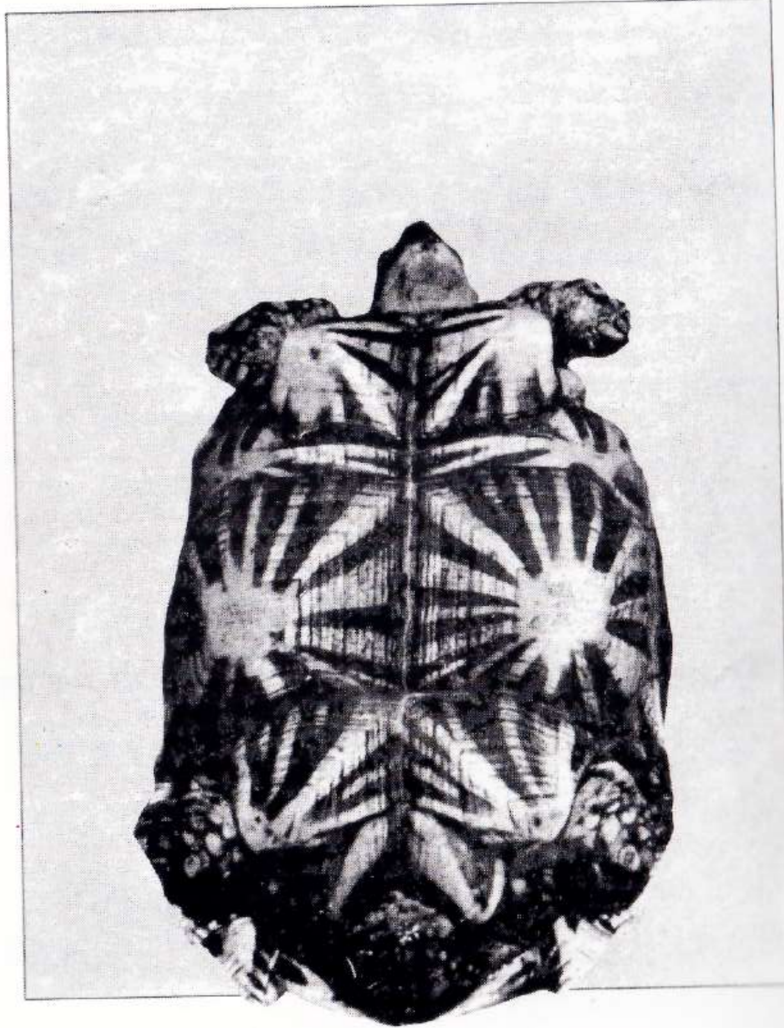
ایرولاقبائیلی تاتیسان ایک بےبی مگر کو ہاتھ میں پکڑے کھڑا ہے۔

اگر انسان کو اندازہ ہو جائے کہ مگر مچھ کتنے کام کی چیز ہے تو شاید اسے مگر مچھ سے دلچسپی پیدا ہو جائے تب وہ ظاہر ہے دلدلوں، زمینوں اور پانی کے ذخیروں اور وسیلوں کی پوری حفاظت کرے گا۔ اگر مگر مچھوں کی موجودہ بستیوں، اور ذخیروں کی صحیح دیکھ بھال اور ان کا مناسب استعمال کیا جائے تو مگر مچھوں کی جنگلی آبادی سے انسان کو سالانہ لاکھوں روپے کی مالیت کے انڈے اور بچے حاصل ہو سکتے ہیں، اور ان کی انمول جنگلی، بستیوں، کی حفاظت ہو گی سو الگ۔

تمام باتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے جنگلی جانوروں کی بقا اور مستقبل کا دارومدار اس بات پر ہو گا کہ گوشت کھال اور دوسری چیزیں حاصل کرنے کے لئے ان کا استعمال ذمہ داری اور احتیاط سے کیا جائے۔ اس کے علاوہ

تامل ناڈو کے مدراس کروکوڈائیل بینک میں ہر سال ہزاروں بےبی مگر مچھ جنم لیتے ہیں۔





Printed at: Gita Offset Printers Pvt. Ltd., New Delhi-110020

ان کی بھرپور اور صحت مند آبادیوں کو پہلے کی طرح ان کے آبی وطن ہی میں رہنے دیا جائے گا جنگلی جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والوں کے لئے یہ ایک نیا چیلنج، نئی چنوتی ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہم پورا بندوبست کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے بعد آنے والی نسلوں کو اس عظیم الشان جانور، رینگنے والے اس آخری 'حکمراں' کو اس کے آبائی وطن میں پھلتے پھولتے دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

امریکی گھڑیال (alligater) دھنسی دھنسی آواز میں دشمن کو دھمکی دے رہا ہے۔

